امن چاہتے ہو تو جنگ کے لیے تیار رہو

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے......

اندھے کی بصیرت

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں "ہنود"

طالبان کی مجلس شوریٰ کے رکن ملا محمد حسن رحمانی سے انٹرویو

اخلاق کو مہذب بنانے کا طریقہ

شرمناک تنہائی

تبصرہ کتب

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

مایوسی: راہ حق کی سب سے بڑی رکاوٹ

جس مقصد کے لیے ہم کام کر رہے ہیں اس کے راستے کی سب سے بڑی مزاحمت مایوسی اور قنوطیت ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہم نے بڑی محنت سے کام کیا ہے مگر لوگ ہماری طرف آنے کے بجائے مادہ پرستی کی طرف چلے گئے ہیں تو مایوسی طاری ہو جاتی ہے۔ لیکن آپ ایک بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ مایوسی سے بڑھ کر اس تحریک کے لیے خطرناک شے اور کوئی نہیں۔ یہ مایوسی شیطان کی پیدا کردہ ہے۔ چونکہ شیطان کائنات کا سب سے بڑا قنوطی ہے اس لیے وہ انسانوں کے دلوں میں بھی مایوسی کا بیج بونے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ جو خود ہمیشہ کے لیے خدا کی رحمت سے محروم ہو چکا ہے، اب اس کے بندوں کو بھی اس کی رحمت سے مایوس کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ وہ کھلم کھلا برائی کی تلقین نہیں کرتا بلکہ نیکی سے بددل کر دیتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص دیندار ہونے کے باوجود آہستہ آہستہ سرد ہوتا جاتا ہے۔ اس کا دل ایک بات کو صحیح سمجھتا ہے، مگر وہ ساتھ نہیں دیتا۔ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ شیطان کے اس حربے نے ہر مرحلے پر اپنا کام کیا ہے۔ بعض دیندار لوگ یہ کہہ کر خانقاہوں میں بیٹھ رہے کہ یہ کام تو بلاشبہ حق ہے لیکن پورا نہیں ہو سکتا۔ تعلیم یافتہ طبقہ کا کہنا یہ ہے کہ ہم دل سے تو چاہتے ہیں لیکن کیا کریں مجبور ہیں، کچھ ہو نہیں سکتا۔ اس قسم کی باتیں دوسرے لوگ بھی کہتے ہیں۔ اس لیے ہمارے رفقاء کو شیطان کے اس حربے سے آگاہ رہنا چاہیے۔ یہ قرآن کا حکم ہے اور انبیاء کی بھی یہی سنت رہی ہے کہ اللہ کی رضا کے لیے کام کیے چلے جاؤ خواہ کامیابی ہو یا نہ ہو۔ اللہ کی طرف سے مطالبہ کام کا ہے، کامیابی کا نہیں۔ ہمیں خالق برحق کی رضا اس کام کو جاری رکھنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے، جس کا آغاز ہم نے حق سمجھ کر کیا ہے۔ ہماری کامیابی اس کے جاری رکھنے میں پوشیدہ ہے۔

سید اسعد گیلانی

سورۃ الاعراف

(آیات:32تا36)

آلھدیٰ (351)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ
كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٣٢﴾ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ
تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ
سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٣٤﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٣٦﴾﴾

’’پوچھو تو کہ جو زینت (و آرائش) اور کھانے (پینے) کی پاکیزہ چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں ان کو حرام کس نے کیا ہے؟ کہہ دو کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے دن خاص انہی کا حصہ ہوں گی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں سمجھنے والوں کے لیے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے: کہہ دو کہ میرے پروردگار نے تو بے حیائی کی باتوں کو ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام کیا ہے اور اس کو بھی کہ تم کسی کو خدا کا شریک بناؤ جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس کو بھی کہ اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں کچھ علم نہیں۔ اور ہر ایک فرقے کے لیے (موت کا) ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ وقت آ جاتا ہے تو نہ تو ایک گھڑی دیر کر سکتے ہیں نہ جلدی، اے بنی آدم! (ہم تم کو یہ نصیحت ہمیشہ کرتے رہے ہیں کہ) جب ہمارے پیغمبر تمہارے پاس آیا کریں اور ہماری آیتیں تم کو سنایا کریں (تو ان پر ایمان لایا کرو) کہ جو شخص (ان پر ایمان لا کر) اللہ سے ڈرتا رہے گا اور اپنی حالت درست رکھے گا تو ایسے لوگوں کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے سرتابی کی وہی دوزخی ہیں کہ ہمیشہ اس میں (جلتے) رہیں گے۔‘‘

اسلام میں ترکِ دنیا کی گنجائش نہیں ہے بلکہ اسلام بھرپور دنیاوی زندگی پسند کرتا ہے جس میں اوقات اللہ کے حکم کے مطابق گزارے جائیں، اللہ کی نعمتوں سے بھی فائدہ اُٹھایا جائے اور نعمتیں دینے والے کے احسان کو بھی مانا جائے۔ اے نبی! آپ ان سے پوچھیں کہ وہ زینت جو اللہ نے زمین سے نکالی ہے اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں تم پر کس نے حرام کی ہیں؟ گویا زمین سے پیدا ہونے والے تمام پھل سبزیاں وغیرہ تمہارے لیے جائز ہیں۔ کہہ دیجیے کھانے پینے کی یہ تمام چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی اللہ نے اہل ایمان ہی کے لیے بنائی ہیں۔ اگرچہ دنیا میں کفار کو بھی دی جا رہی ہیں اور سب اُن سے متمتع ہو رہے ہیں، مگر آخرت میں تمام اچھی چیزیں اور نعمتیں صرف اہل ایمان بندوں کے لیے ہو جائیں گی اور کافروں کو کوئی شے نہیں ملے گی، اسی طرح ہم اپنی آیات کی وضاحت کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو سمجھ اور حقیقی علم حاصل کرنا چاہیں۔

کہہ دیجیے، میرے رب نے تو بے حیائی کی باتوں کو حرام قرار دے دیا ہے خواہ وہ علانیہ ہوں یا چھپی ہوئی۔ اس کے علاوہ گناہ کو بھی حرام ٹھہرایا ہے۔ نیز کسی دوسرے پر ناحق زیادتی بھی حرام ہے۔ اور اس بات کو بھی حرام ٹھہرایا ہے کہ تم کسی ایسی چیز کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراؤ جس کے لیے اس نے کوئی سند نہیں اُتاری اور یہ بھی حرام ہے کہ تم اللہ کی طرف وہ چیزیں منسوب کرو جو تم خود نہیں جانتے۔

جب اللہ تعالیٰ کسی رسول کو بھیجتے ہیں تو اس کی قوم کو کچھ مہلت بھی دی جاتی ہے کہ لوگ اللہ کے رسول کی دعوت قبول کر کے اپنے باطن کو منور کر لیں۔ اگر قوم مہلت کا یہ وقت یونہی گزار دے تو وہ عذاب کی مستحق ہو جاتی ہے۔ یہی مطلب ہے اس آیت کا کہ ہر قوم کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ پس جب اُن کا وہ وقت آ جائے گا تو نہ وہ اس کو ایک گھڑی موخر کر سکیں گے، اور نہ ہی اس سے کھسک سکیں گے۔ اگرچہ اہل ایمان تو چاہیں گے کہ ان سرکش مشرکوں پر جلدی سے عذاب آ جائے۔ اس لیے کہ اہل ایمان چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پس رہے تھے۔ کبھی کبھی انہیں خیال آتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اتنی ڈھیل کیوں دے رہا ہے۔ ابو جہل کو کیوں اتنا موقع ملا کہ اس نے سمیہؓ کے ساتھ ظلم کی انتہا کر دی، حضرت یاسرؓ کو شہید کر دیا۔ مگر بندوں کی تمنائیں اپنی جگہ اور اللہ کی حکمت اپنی جگہ۔ سورۃ الانعام میں گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں اگر میرے پاس وہ شے ہوتی جس کا تم مجھ سے مطالبہ کر رہے ہو اور جلدی مچا رہے ہو (یعنی عذاب) تو میرے اور تمہارے درمیان یہ قصہ کبھی کا چکایا جا چکا ہوتا۔

آگے اللہ کی آیات سن کر تقویٰ کی روش اختیار کرنے والوں کا انعام بتا دیا کہ ایسوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ حزن سے دوچار ہوں گے۔ البتہ وہ لوگ جو ہماری آیات کو جھٹلائیں گے اور تکبر کی بنا پر انہیں رد کر دیں گے تو ایسے لوگ جہنمی ہوں گے اور ہمیشہ اس (جہنم) میں رہیں گے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

مسلمانوں کے باہمی تعلقات

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الاشعریؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضًا)) ثُمَّ شَبَّکَ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ (رواہ البخاری و مسلم)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے تعلق ایک مضبوط عمارت کا سا ہے، اس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے۔ پھر آپؐ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا (کہ مسلمانوں کو اس طرح باہم وابستہ اور پیوستہ ہونا چاہیے)۔‘‘

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امن چاہتے ہو تو جنگ کے لیے تیار رہو!

زمینی حقائق ظاہر کر رہے ہیں کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ نہیں ہوگی لیکن یہ بات ناقابلِ فہم ہے کہ ایٹمی قوت کے حامل ملک پاکستان کی حکومت کیوں حواس باختہ ہوگئی ہے۔ اوّل روز سے اُس کا رویہ اور طرزِ عمل پراسرار ہے۔ وزیراعظم ٹیلی فون پر ہی ڈی جی آئی ایس آئی کو بھارت روانہ کر رہے تھے۔ شیری رحمان پاکستان کی وزیر اطلاعات ہیں لیکن انہوں نے بھارتی ترجمان کا رول اپنا لیا ہے۔ وہ وضاحتیں پیش کر رہی ہیں کہ بھارتی فضائیہ کے طیارے غلطی سے پاکستان کی فضائی حدود میں داخل ہوگئے تھے۔ اُن سے کوئی پوچھے کہ غلطی ایک ہی دن میں لاہور سیکٹر اور کشمیر سیکٹر میں کیوں لگی۔ کیا یہ بھی اتفاق ہے کہ اِن ہی دو سیکٹروں میں بھارتی طیاروں کو غلطی لگی جن میں بھارتی دعویٰ کے مطابق لشکر طیبہ کا مرکز ہے (یعنی مریدکے) اور آزاد کشمیر جہاں تربیتی کیمپ بتائے جاتے ہیں۔ پاک فضائیہ کے ترجمان کے مطابق بھارتی طیارے میزائلوں سے لیس تھے۔ آدھی رات کو بھارتی طیارے ہماری سرحدوں کے پاس مسلح ہو کر آوارہ گردی میں کیوں مشغول تھے؟ صدر محترم بھی پیچھے نہیں رہے، فرماتے ہیں بھارتی فضائیہ کو ٹیکنیکل غلطی لگی، یعنی انہوں نے اس غلطی میں ٹیکنیکل کا اضافہ کیا ہے۔ وزیراعظم صاحب فرماتے ہیں کہ جہاز مڑتے مڑتے پاکستان کی فضائی حدود میں مجبوراً داخل ہوئے۔ جبکہ 1987ء میں بھارت اور پاکستان میں طے ہوا تھا کہ دونوں ممالک کے جنگی جہاز فضا میں اپنی سرحدوں کے پندرہ میل اندر رہیں گے۔ یعنی بقول ہماری حکومت کے بھارتی طیاروں نے 15+4=19 کلومیٹر لمبی انگڑائی لی۔ بہرحال اتنی وضاحتوں کے بعد بھارت کو کسی وضاحت کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ پاک فضائیہ کے ترجمان نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ بھارتی طیارے ہماری سرحدوں میں 4 کلومیٹر تک گھس آئے تھے، ہمارے جہاز فوری طور پر اُڑے، اُنہوں نے بھارتی جہازوں کا تعاقب کیا تو وہ فوری طور پر واپس بھارت چلے گئے۔ پاکستان کی فوجی قیادت بار بار اعلان کر رہی ہے کہ ہم دشمن کو منہ توڑ جواب دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ثمر مبارک مند ہر روز کسی نہ کسی چینل پر آ کر قوم کو بتا رہے ہیں کہ بھارت کا کوئی کونہ ہمارے میزائلوں کی رینج سے باہر نہیں۔ حکومت کے تمام دوستوں اور دشمنوں نے حکومت کو یقین دہانی کرائی ہے کہ اگر بھارت نے جنگ مسلط کی تو ہم حکومت کی پشت پر ہوں گے۔ بھارتی میڈیا کی بیہودہ گفتگو نے پاکستانی عوام میں اشتعال پیدا کر دیا ہے۔ وہ اپنے تمام مسائل بھلا کر بھارتی جارحیت کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بننے کی حکومت کو یقین دہانی کرا رہے ہیں۔ یہ پہلا موقع ہے کہ ہر سطح پر جو اتحاد پاکستان میں نظر آتا ہے، وہ بھارت میں بھی نہیں ہے۔ سمجھ نہیں آتی کہ اِس سب کچھ کے باوجود حکومت کی سراسیمگی کی کیا وجہ ہے، وہ پیران کیوں چھوڑ رہی ہے۔ معذرت خواہانہ رویہ بلکہ منت سماجت اور اوٹ پٹانگ بیانات، جیسے کوئی ہوش کھو گیا ہو۔ ایک طرف کہا جا رہا ہے کہ حکومت بھارت نے ہمیں کوئی ثبوت فراہم نہیں کیے تو پھر یہ پابندیاں اور گرفتاریاں کیسی؟ کیا دشمن ان باتوں سے خوش ہو جائے گا؟ کوئی ہے جو ان نام نہاد لیڈروں کو سمجھائے کہ جنگیں کبھی پاؤں پڑنے اور منتیں کرنے سے نہیں روکی جاسکتیں۔ شکاری کبھی شکار پر رحم نہیں کھاتا۔ فرد ہو یا ریاست اگر خود پر خوف طاری کرلیں گے اور پسپائی کو پالیسی بنا لیں گے تو ایک وقت آئے گا کہ دماغ ماؤف ہو جائے گا اور پشت دیوار سے لگ جائے گی، پھر دشمن کے لیے تر نوالہ بن جائیں گے۔ کوئی انسان بقائمی ہوش و حواس جنگ کا خواہشمند نہیں ہوسکتا۔ اِس لیے کہ اگر دو ایٹمی ممالک کے درمیان جنگ ہوگئی تو دونوں طرف کوئی رونے دھونے کے لیے بھی نہیں بچے گا اور برصغیر پاک و ہند ایک بڑے قبرستان میں تبدیل ہو جائے گا۔ جنگ کمزوری سے نہیں قوت کے اظہار سے رُکتی ہے۔ 2002ء میں بھی بھارت ☜

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

جلد 17 | 18 تا 24 دسمبر 2008ء — 19 تا 25 ذوالحجہ 1429ھ | شمارہ 48

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
67-اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 10 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......300 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا----------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

جنگی جنوں میں مبتلا ہوا تھا لیکن 10 ماہ میں 36 ارب روپے خرچ کر کے ہندو بنیا واپسی پر مجبور ہوا۔ تب بھی کسی منت سماجت سے نہیں، ایٹمی میزائلوں کے خوف سے واپسی ہوئی تھی۔ ذرا سوچیے، اگر جاپان کے پاس ایٹمی قوت ہوتی اور وہ کسی ایک امریکی شہر کو بھی نیست و نابود کرنے کی طاقت رکھتا تو کیا امریکہ جاپان پر ایٹم بم گراتا؟ اللہ رب العزت بھی ہمیں اپنے گھوڑے تیار رکھنے کا حکم اسی لیے دیتا ہے کہ ہم دشمن کے لیے نرم چارہ نہ بن جائیں۔ لیکن اور یہ بہت بڑا لیکن ہے کہ محض عسکری قوت بڑھانے سے قومیں محفوظ نہیں ہوتیں، معاشی اور اخلاقی قوت بھی کسی سلطنت کے لیے ستون کا درجہ رکھتی ہے۔ پھر یہ کہ جو قوم اپنے بنیادی نظریہ کو ترک کر دے تو گویا اُس نے اپنی جڑ اور بنیاد پر تیشہ چلایا۔ ماضی قریب میں سوویت یونین کی مثال ہمارے سامنے رہنی چاہیے، ایٹمی قوت ہونے کے حوالہ سے وہ پاکستان سے بہت آگے تھی، لیکن یوں چکنا چور ہوئی جیسے کانچ کا گلاس زمین پر گر جانے سے ہوتا ہے۔ اس لیے کہ معاشی حالت دگرگوں ہو گئی تھی اور ریاست اپنے نظریہ اشتراکیت سے عملاً ہٹ چکی تھی۔ ہم نے بھی اگر نظریۂ پاکستان سے انحراف جاری رکھا تو اللہ نہ کرے ہمارا انجام بھی ویسا ہی ہو۔ نظریۂ پاکستان کو ترک کرنے سے پاکستانی قوم وجود میں نہ آ سکی بلکہ ہم کئی قومیتوں میں بٹ گئے جن میں ہر دن گئے کشیدگی اور نفرت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ہمارے چاروں صوبوں کے عوام تہذیبی، لسانی اور معاشرتی سطح پر بہت مختلف ہیں۔ بود و باش بالکل مختلف ہے۔ انہیں ایک کرنے والی شے صرف اور صرف اسلام ہے۔ آپ اسلام کو ترک کریں گے تو وحدت کا پارہ پارہ ہونا ایک فطری اور منطقی نتیجہ ہوگا۔ ہم پر کسی بیرونی حملہ کی ضرورت نہیں رہے گی لہٰذا بیرونی حملہ سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ ڈرو اس اللہ رب العزت سے کہ جب وہ کسی امر کا ارادہ کر لیتا ہے تو کہتا ہے ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔ اُسی کا دامن تھام کر ہماری کشتی بھنور سے نکل کر ساحل پا سکتی ہے۔ ہمیں مضبوط اور مستحکم پاکستان کے لیے نظریۂ پاکستان کو عملی تعبیر دینی ہوگی اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو اس میں کیا فرق ہے کہ تباہی و بربادی دشمن کے میزائلوں سے برپا ہوتی ہے یا آپس میں دست و گریبان ہونے سے۔ لہٰذا رجوع یعنی رجوع الی اللہ کی ضرورت ہے، اس سے پہلے کہ مہلت ختم ہو جائے۔ آخر میں ہم حکومت کی خدمت میں ایک دانا کا قول پیش کرتے ہیں۔

''امن چاہتے ہو تو جنگ کے لیے تیار رہو۔''

بقیہ: نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے 'پاکستان' والو!

ہو جائے اور عذاب ٹل جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے یہ قاعدہ رہا ہے جب کسی قوم کی طرف رسول کو بھیجا اور قوم نے بحیثیت مجموعی انکار کر دیا تو قوم ہلاک کر دی گئی۔ حضرت یونسؑ کی قوم کی بابت بھی فیصلہ ہوا تھا۔ حضرت یونسؑ قوم سے مایوس ہو کر اور غصے ہو کر اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے آثار شروع ہو چکے تھے۔ لیکن قوم کے اندر یک دم ایک انقلاب آیا۔ پوری قوم گھروں سے باہر نکل کر میدانوں میں آ گئی۔ انہوں نے چیخ چیخ کر دعائیں مانگیں، توبہ کی۔ اے اللہ! ہم ایمان لائے، ہمیں بخش دے، اے اللہ! ہمیں معاف کر دے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے عذاب کے آثار، عذاب کے بادلوں کو پھاڑ دیا اور ان کو مہلت دے دی۔

سورۃ المائدہ کی آخری آیات میں قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ سے اللہ تعالیٰ سوال کرے گا، اے عیسیٰ! کیا تم نے اپنی امت کو اپنے آپ کو اور اپنی ماں مریم کو خدا بنا دینے کا حکم دیا تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے: اے اللہ! میں نے تو ہرگز یہ نہیں کہا تھا۔ میں نے ان کو وہی کہا تھا جو تو نے مجھ سے کہا تھا کہ کہہ دو کہ میرا اور تمہارا رب اللہ ہے، اسی کی بندگی کرو۔ میں نے یہ حکم نہیں دیا۔ اگر میں دیتا تو تیرے علم میں ہوتا۔ اس لیے کہ تیرے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ آخر میں جو بات کہی جائے گی وہ یہ ہوگی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہت ہی مشفقانہ انداز میں اپنی بگڑی ہوئی امت کے لیے بھی بڑے تہہ دل سے، بڑی آہ و زاری کے ساتھ، بڑے اچھے طریقے سے التجا کریں گے: ''اے اللہ! اگر تو انہیں عذاب دینا چاہے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو بخش دے تو تو زبردست ہے، حکمت والا ہے۔'' یہ گویا ایک طرح سے بہت لطیف انداز میں امت کے حق میں مغفرت کی درخواست ہے کہ اے اللہ اس کو بخش دے۔ صاف نہیں کہا، اس لیے کہ ان کے جرائم بہت بڑے بڑے تھے۔ اسی طرح ہم کہہ سکتے ہیں اے اللہ! اگر تو ہمارے اوپر عذاب نازل کرے تو ہم تیرے بندے ہیں، تیری ملکیت ہیں، تجھے اختیار ہے جب چاہے ہمارے گناہوں پر ہمیں پکڑے لیکن اگر تو ہمیں معاف فرما دے تو تو زبردست ہے، کمال حکمت والا ہے۔

حضرات: میری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ ہمارا ملک آج مشرق و مغرب سے شدید خطرات کی زد میں آ چکا ہے۔ مغرب سے امریکہ اور صیہونی طاقتیں پاکستان کے ایٹمی دانت توڑنے اور اُسے تباہ و برباد کرنے پر تلی ہوئی ہیں چنانچہ جو بات میں ایک عرصے سے کہتا چلا آ رہا ہوں، وہ اب امریکی کمیشن کی رپورٹ میں آ گئی ہے۔ اور مشرق سے انڈیا پاکستان کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر اکھنڈ بھارت کے خواب دیکھ رہا ہے۔ ملک کے اندر بھی شمال (سوات اور قبائلی علاقوں) اور جنوب (کراچی) میں ملک کو توڑنے والی قوتیں سرگرم ہیں۔

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دُعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

(مرتب: محبوب الحق عاجز)

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے 'پاکستان' والو!

ملک وقوم کو لاحق خارجی اور داخلی خطرات سے بچاؤ کا واحد راستہ رجوع الی اللہ ہے

مسجد دارالسلام باغ جناح، لاہور میں بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے خطاب عید الاضحیٰ کی تلخیص

[آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد!]

معزز حاضرین! آج پاکستان کا ہر باشعور شخص سخت پریشان ہے۔ اس لیے کہ پاکستان کی کشتی جس بھنور میں آ کے پھنس گئی ہے، اس سے اس کا نکلنا کسی خصوصی رحمت خداوندی کے بغیر ممکن نہیں۔ ویسے تو پاکستان اوّل دن سے غیر مستحکم تھا۔ پاکستان ایک ایسا ملک ہے کہ جسے پیدائشی طور پر اپنے سے کئی گنا بڑے ملک کی دشمنی ملی ہے۔ اسی ملک کی دشمنی کے خوف سے ہم امریکہ کی جھولی میں چلے گئے، اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اب نوبت یہاں تک آ گئی کہ ہم امریکہ کے آلۂ کار بن گئے۔ اُس نے اپنے مقاصد کے حصول، بالخصوص Containment of Russia پالیسی میں ہمیں اپنے آلۂ کار کے طور پر استعمال کیا۔ ہماری تاریخ یہ بتاتی ہے کہ جب کبھی امریکہ کو ہماری ضرورت پڑی ہم پر اس کی عنایتیں ہوئیں، اس کی طرف سے قرضے آئے، امداد آئی، گندم آئی، ہتھیار اور ہوائی جہاز آئے۔ لیکن پھر جب اُس کی ضرورت ختم ہو گئی تو اس نے ہم سے رُخ پھیر لیا اور ہمارے مقابلے میں بھارت کے ساتھ پینگیں بڑھانے لگا، کیونکہ یہ اوّل روز سے اُسے معلوم تھا کہ اپنے عالمی مقاصد کے حصول کے لیے اُسے بھارت کی جو پاکستان کے مقابلے میں کئی گنا بڑا ملک ہے، زیادہ ضرورت ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ پاکستان روزِ اوّل سے عدم استحکام کا شکار چلا آ رہا ہے۔ لیکن اس وقت سلطنتِ خداداد پاکستان پر جو وقت آ پڑا ہے، اس میں ہماری حالت یہ ہے کہ

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

یعنی اب تو ہمارا پورا جسم داغ داغ ہو گیا ہے، کہاں کہاں مرہم رکھا جائے۔

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

اگر غور کیا جائے تو ہمارے آج کے حالات غزوۂ احزاب کے بہت ہی مشابہ ہیں۔ وہاں کیا ہوا تھا؟ دشمنوں نے چاروں طرف سے آ کر مدینے کو گھیر لیا تھا۔ دشمن اوپر سے یعنی نجد کی طرف سے بھی آئے تھے اور نیچے یعنی حجاز سے بھی آئے۔ حد درجہ خوف کی کیفیت تھی۔ قرآن کہتا ہے کہ آنکھیں پتھرا گئیں اور دل ہنسلیوں میں آ گئے۔ آج بعینہٖ معاملہ پاکستان کا ہے۔ مغرب اور مشرق سے پاکستان کا گھیراؤ ہو رہا ہے۔

مغرب کی طرف دیکھیے، امریکہ کا جو اس وقت ایجنڈا ہے، وہ پاکستان کو ختم کرنے یا کم از کم اُس کے ایٹمی ہتھیار برباد کرنے کا ہے۔ یہ تقریباً فیصلہ ہو چکا ہے۔ امریکی کمیشن کی رپورٹ منظر عام پر آ گئی ہے جس کا عنوان ہے: دنیا خطرے سے دوچار (World at Risk) خلاصہ یہ ہے کہ امریکہ جراثیمی اور جوہری ہتھیاروں کا نشانہ بن سکتا ہے جو "دہشت گرد" سیاسی عدم استحکام کے شکار پاکستان سے حاصل کریں گے۔ صاف صاف کہہ دیا گیا ہے کہ امن کی یقین دہانی کے لیے پاکستان کے ایٹمی اثاثوں کو نکیل ڈالنا ناگزیر ہے۔ سوال یہ ہے کہ دشمن پاکستان کو ختم کرنا یا کم از کم اُس کے ایٹمی ہتھیاروں کا خاتمہ کیوں کر دینا چاہتے ہیں؟ دیکھیے، یہودی اور عیسائی صیہونی مشرق وسطیٰ میں گریٹر اسرائیل کے قیام اور مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ کو گرانے پر تلے ہوئے ہیں، جہاں سے حضور ﷺ کا معراج کا سفر شروع ہوا تھا۔ مسجد اقصیٰ کو گرا کر انہیں ایک تھرڈ ٹمپل تعمیر کرنا ہے۔ لیکن انہیں معلوم ہے کہ جب مسجد اقصیٰ گرائی جائے گی، پوری مسلم دنیا میں ایک آگ لگ جائے گی، ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہو گا، جس میں کٹھ پتلی حکومتیں بہہ جائیں گی۔ عوام جب بپھر جائیں گے، اُن میں جب جوش پیدا ہو جائے گا تو کوئی حکومت اُسے سنبھال نہ سکے گی۔ صیہونیوں اور امریکیوں کا خیال ہے کہ اس وقت پاکستان کے ایٹمی ہتھیار "مذہبی انتہا پسندوں" کے ہاتھ میں آ جائیں گے۔ لہٰذا ان کے نزدیک پہلے اس کے ایٹمی دانت توڑنے ضروری ہیں۔ اس کے بعد وہ مڈل ایسٹ میں اپنے پانچ نکاتی ایجنڈے پر کام شروع کریں گے۔

مشرق کی طرف دیکھیے، بھارت وہ ملک ہے جس نے پاکستان کو ایک دن کے لیے بھی دل سے تسلیم نہیں کیا۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ ہندو بنیا ہم پر براہِ راست حملے کی جرأت نہیں کر سکا۔ تاہم جیسے ہی اُسے موقع ملا اُس نے اس موقع سے بھرپور فائدہ اُٹھایا، جس کی نمایاں مثال سقوط مشرقی پاکستان کا سانحہ ہے۔ مشرقی پاکستان میں جو کچھ ہوا تھا، اس میں ہم ہی نے اپنی غلط پالیسیوں سے وہ صورتِ حال پیدا کر دی تھی، جس سے بھارت کو فائدہ اُٹھانے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ بیسویں صدی کا چانس تھا جو انڈیا کو ملا، اب اکیسویں صدی کا چانس ہے، جو ان کے سامنے آ گیا ہے۔ اُن کا مقصد بھارت کو مہا بھارت بنانا ہے۔ ہندوؤں کے مطابق انڈیا اور پاکستان مہا بھارت کے ٹکڑے ہیں، ان کے پیش نظر ان کو دوبارہ ایک کرنا ہے۔ بھارت ماتا، بھارت ورش، مہا بھارت، وندے ماترم، ہر ہندو کے دل کی تمنا ہے۔ امریکہ اور مغربی دنیا کی جانب سے بھی بھارت کی حمایت جاری ہے۔ اس حمایت کی ایک وجہ Containment of China کی پالیسی بھی ہے۔ اس وقت مغرب کو خطرہ چین سے ہے۔ اس لیے کہ سوویت یونین کی تحلیل کے بعد مغرب کے مقابلے میں جو طاقت اُٹھ رہی ہے، وہ چین ہی کی ہے۔ اس خطرے سے بہت پہلے ڈیگال نے مغربی دنیا کو متنبہ کر دیا تھا۔ اس نے کہا تھا: اے یورپ کی طاقتو! مشرق میں جو پیلی نسل ہے اس سے ڈرو۔ ظاہر ہے کہ آج اس پیلی نسل کا طوفان سر پر کھڑا ہوا ہے۔ لہٰذا اب امریکہ کی پالیسی Containment of china ہے۔ اور اس میں اُسے بھارت کو ہر حالت میں اپنا ساتھی بنانا ہے۔ چنانچہ آئندہ کا منظر یہ ہو گا کہ ماضی میں جو ہمارا رول روس کے خلاف رہا اب وہی رول بھارت کا چین کے خلاف ہو گا۔ اسی لیے اس کے ساتھ ایٹمی معاہدہ بھی ہو گیا، وہ سٹریٹیجک پارٹنر بھی بن گیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس کے ساتھ ہر قسم کی ہمدردیاں کی جا رہی ہیں۔ بمبئی دھماکوں کے معاملے میں بھی وہی بولی بولی جا رہی ہے جو بھارت بول رہا ہے۔ جو صدا انڈیا سے اُٹھتی ہے اسی کی بازگشت مغرب سے سنائی دیتی ہے۔

اب آیئے تیسرے خطرے کی طرف جو داخلی ہے مگر سب سے خوفناک ہے۔ باہر کے خطرات خواہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں اگر کسی ملک و قوم کے اندر یکجہتی ہو، اگر ایک قوم مٹھی بنی ہوئی ہو، تو باہر کے خطرات اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اس وقت اندرونِ ملک صورتِ حال کیا ہے؟ شمال و جنوب کو دیکھ لیجئے۔ شمال میں بالخصوص سوات اور سرحد کے جتنے بھی قبائلی علاقے ہیں اس میں حکومتِ پاکستان کی رٹ ختم ہو چکی ہے۔ ان کا اپنا نظام ہے۔ ان کی اپنی عدالتیں قائم ہیں۔ وہ سزائیں دے رہے ہیں۔ ایسا دکھائی دیتا ہے گویا یہ علاقے اب پاکستان کا حصہ نہیں رہے۔ ان عناصر کو باہر کی بھی مدد حاصل ہے۔ وہاں موساد، را اور نیٹو کے ایجنٹ آ رہے ہیں، جو نہایت گھناؤنے کام کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ پاکستانی طالبان بھی موثر ہیں۔ ایک صاحب جو سوات سے تعلق رکھتے ہیں، میرے پاس آئے۔ ان کا کہنا تھا کہ وہاں طالبان کے اثر و رسوخ کا یہ عالم ہے کہ اگر وہاں ایک طالب چوک میں کھڑا ہو کر کہے کہ یہ ہو جائے تو اس پر فوراً عمل ہوتا ہے۔ اگر کسی نے کسی پر زیادتی کی اور ایک "طالبان" جاتا ہے اور کہتا ہے کہ زیادتی کا ازالہ کرو، تو اس پر فی الفور عمل ہو جاتا ہے۔ بیرونی ایجنٹوں اور اصل طالبان کے علاوہ وہاں پر جن لوگوں کی حکومت یا جن کا اثر ہے اُن پر اور ان کے بیانات پر بھی نظر ڈال لیجئے۔ سرحد میں اے، این، پی کی حکومت ہے، جس کا سربراہ اسفند یار ولی ہے۔ یہ وہ شخص ہے، جس کا باپ ولی خان کہا کرتا تھا کہ پاکستان تو انگریزوں نے سازش سے بنایا ہے، اور یہ مغربی امپیریل ازم کی پیداوار ہے۔ اس کے دادا خان عبدالغفار خان کا حال یہ تھا کہ اس نے پاکستانی سرزمین میں دفن ہونا بھی گوارا نہیں کیا، بلکہ اُس کی وصیت کے مطابق اُسے جلال آباد میں دفن کیا گیا۔ دوسرے آدمی جو وہاں موثر ہیں، مولانا فضل الرحمٰن ہیں۔ اُن کے والد نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شامل نہیں تھے۔ مولانا مفتی محمود صاحب کا یہ بیان ریکارڈ پر موجود ہے۔ ان دونوں اہم شخصیات کا معاملہ کیا ہے؟ مولانا فضل الرحمٰن نے تو بہت پہلے کہہ دیا تھا کہ سرحد ہاتھ سے نکل رہا ہے، ہوش میں آ جاؤ۔ اب اسفند یار ولی کی جانب سے پختونستان کی صدا بلند ہوئی ہے۔ اسفند یار ولی کچھ عرصہ پہلے امریکہ گیا تھا، اور وہاں سے پختونستان کے حوالے سے امریکہ کی آشیر باد لے کر واپس آیا ہے۔ اس لیے کہ پاکستان میں کوئی بھی تبدیلی اس وقت تک نہیں آ سکتی جب تک کہ امریکہ کی NOC حاصل نہ ہو جائے۔

یہ تو آپ کے قطب شمالی کا حال ہے۔ قطب جنوبی میں جایئے۔ کراچی میں ہنگامے شروع ہو گئے ہیں۔ سندھ میں ایک تہائی لوگ اردو سپیکنگ ہیں اور یہ لوگ سندھ زیریں میں بے تحاشا ہیں۔ ان ایک تہائی لوگوں کا لیڈر خود دہلی میں جا کر یہ کہہ کر آیا کہ تقسیم ہند ایک بہت بڑی غلطی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پاکستان کو نہیں مانتے۔ ان کا اپنا ایجنڈا ہے، اور وہ پاکستان سے علیحدگی ہے۔ میں آپ کو 20، 25 سال پہلے کی بات بتاتا ہوں۔ ہمارے ایک دیرینہ دوست مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلی سے پاکستان آئے ہوئے تھے۔ اس وقت کراچی میں لسانی فسادات ہو رہے تھے۔ انہوں نے کراچی جا کر دہلی کے نوجوانوں سے کہا: بھائی یہ تم کیا کر رہے ہو؟ تم ہندوستان سے پاکستان آ گئے، اب پاکستان سے آگے کہاں جاؤ گے۔ کیا تم نے سمندر میں گرنا ہے۔ تو ان نوجوانوں نے مولانا سے کہا تھا: چچا جان! آپ فکر نہ کریں۔ ہم سمندر میں گرنے والے نہیں۔ ہم یہاں سنگاپور بنائیں گے، ہانگ کانگ بنائیں گے۔ یہ ان کے عزائم تھے۔ کراچی میں جو فسادات ہو رہے ہیں، ان کو فسادات کہنا غلط ہے، یہ قتلِ عام ہے۔ اس قتلِ عام کو اسی تناظر میں دیکھا جانا چاہیے۔ خود حکومتی ذرائع نے تسلیم کیا ہے کہ 50 میں صرف 5 آدمی ایم کیو ایم کے مرے ہیں، باقی 45 پٹھان مرے ہیں۔ اس مذموم ایجنڈے کے تحت اس وقت پٹھانوں اور ایم کیو ایم میں زبردست جنگ کا آغاز ہو رہا ہے۔ اسی مقصد کے تحت الطاف حسین نے بہت پہلے سے کہہ دیا تھا کہ ہتھیار خریدو، ہتھیار خریدو، طالبانائزیشن ہونے والی ہے۔ تو یہ صورتِ حال ہے سندھ کی ہے۔ اگرچہ پیپلز پارٹی کی وجہ سے معاملہ ٹھنڈا پڑا ہوا ہے۔ کیونکہ وہ ذرا سیاسی جماعت ہے لیکن سندھ نیشنلزم کی جڑیں سندھ میں انتہائی گہری ہیں۔ بلوچستان کے حوالے سے تو پوری دنیا طے کر چکی ہے کہ اس کو ایک الگ بلوچستان بنانا ہے۔ یہ ساری چیز طے ہے۔

ان خارجی اور داخلی حالات سے ظاہر ہے کہ ملک کے اندر اور باہر ملک توڑنے والی قوتیں جمع ہو چکی ہیں، جو انتہائی تشویش کی بات ہے۔ ملک کو جوڑنے والی قوت، جو سب سے بڑی قوت تھی وہ صرف اسلام تھا۔ افسوس کہ ہم نے یہاں پر اسلام کو مستحکم نہیں کیا، اسلام کو نافذ نہیں کیا۔ نہ یہاں قوانین شریعت نافذ ہوئے اور نہ اسلام کا نظام عدل اجتماعی

پریس ریلیز 12 دسمبر 2008ء

جماعۃ الدعوۃ پر پابندی کے حوالے سے پاکستان نے سلامتی کونسل کی حالیہ قرارداد کے سامنے جس طرح سر تسلیم خم کیا ہے وہ انتہائی شرمناک ہے

حافظ عاکف سعید

لاہور (پ ر) سلامتی کونسل نے بغیر کسی ثبوت کے جماعۃ الدعوۃ پر پابندی عائد کر کے انصاف کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے اختتام پر کہی۔ انہوں نے کہا کہ غیر ذمہ داری کا عالم یہ ہے کہ ایک شخص جو سات سال قبل انتقال کر گیا اسے بھی مجرم قرار دے کر اس پر فردِ جرم عائد کر دی گئی۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ نے 9/11 کے بعد جس طرح دھونس اور دھاندلی کا انداز اختیار کیا تھا بعینہٖ بھارت نے بھی بغیر کسی ثبوت ممبئی کے حالیہ واقعہ کو بنیاد بنا کر پاکستان پر الزامات کی بوچھاڑ اور جنگ کی دھمکی کا سہارا لیا ہے۔ یہ یہود و ہنود کے گٹھ جوڑ کا واضح ثبوت ہے۔ لیکن ان دونوں مواقع پر پاکستانی حکمرانوں کا رویہ انتہائی افسوسناک ہے۔ پاکستان نے سلامتی کونسل کی حالیہ قرارداد کے سامنے جس طرح سر تسلیم خم کیا ہے، وہ انتہائی شرمناک ہے۔ حالانکہ بھارت اور اسرائیل بارہا سلامتی کونسل کی قراردادوں کو پاؤں تلے روند چکے ہیں۔ اسی طرح بھارت کی الزام تراشیوں کے حوالے سے حکومتی سطح پر ہمارا رویہ معذرت خواہانہ ہے۔ حالانکہ کراچی ہنگاموں اور بلوچستان میں ہونے والی تخریبی کارروائیوں میں را کے ملوث ہونے کے ناقابل تردید ثبوت ملے ہیں۔ ہمیں بھارت کے اس کردار کو اجاگر کرنا چاہیے تاکہ اس کا اصل چہرہ دنیا کے سامنے آ سکے۔ انہوں نے کہا کہ حافظ سعید اور جماعۃ الدعوۃ کی ہر مشکل گھڑی میں ملک و ملت کے لیے خدمتِ خلق کے حوالے سے بے پناہ خدمات ہیں۔ ہم ان کے خلاف سلامتی کونسل کے اقدام کی پُرزور مذمت کرتے ہیں۔ یہود و ہنود کے مقابلے میں جرأت مندانہ راستہ اختیار کرنے کے لیے ہمیں اللہ کی مدد کی ضرورت ہے۔ لہٰذا پوری قوم کو وہ راستہ اختیار کرنا ہوگا جو ہمیں اللہ کی مدد و نصرت کا مستحق بنا دے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

نافذ ہوا۔ لہٰذا جب ملک کو جوڑنے والی شے نہ رہی تو اب ملک، ملک کو توڑنے والی قوتوں کے رحم و کرم پر ہے۔ اس صورتِ حال میں امریکہ کا جو آئندہ صدر آ رہا ہے یعنی باراک اوباما اُس کے خیالات ملاحظہ کیجیے۔ اُس نے روزِ اوّل سے یہ کہہ رکھا ہے کہ میں پاکستان کے اندر بھی حملے کروں گا اور وہاں سے القاعدہ کی جڑیں کاٹوں گا۔ اگرچہ اوباما کا عراق جنگ کے حوالے سے بُش سے اختلاف تھا، مگر اوباما کس قدر صیہونی شکنجے میں ہے، اس کا اندازہ اس امر سے لگائیے کہ اس نے وہائٹ ہاؤس کا چیف آف سٹاف ایک کٹر یہودی کو بنایا ہے۔ عمانوایل اسرائیل کی لیکوڈ پارٹی سے تعلق رکھنے والا ہے۔ صدر اوباما کے پاس جو بھی کاغذ جائے گا، وہ اس کے پاس سے ہو کے جائے گا۔ جو کاغذ پہنچانا چاہے گا پہنچے گا اور جو کاغذ روکنا چاہے گا روک دے گا، جو ٹیلیفون پاس کرے گا اسے صدر سنے گا جو پاس نہیں کرے گا اُسے نہیں سنے گا۔ اُسے مکمل اختیار ہے۔ گویا وہائٹ ہاؤس کا سارا اسٹاف کٹر یہودی کے کنٹرول میں ہوگا۔ اسی لیے تو اس کے تقرر پر اسرائیل میں شادیانے بجائے جا رہے ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ ان کا متعصب یہودی سب سے اونچی پوسٹ پر آ گیا ہے۔ وہ تو گویا امریکہ کا مالک بن بیٹھا ہے۔ دوسری طرف اوباما نے ساؤتھ ایشیا کے لیے جس شخص کو اپنا سفیر بنایا ہے وہ انتہا پسند ہندو نال شاہ ہے۔ گویا اب یہود اور ہنود وہائٹ ہاؤس کے اندر جمع ہو گئے ہیں۔ اور قرآن نے انہی دو کے بارے میں فرمایا کہ: "اے پیغمبر! تم دیکھو گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں۔" (المائدہ: 81)

اب حال ہی میں انڈیا میں جو دہشت گردی ہوئی یہ کس نے کی ہے، یہ تو ابھی وقت بتائے گا۔ تاہم معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام انہوں نے خود کیا ہے، تاکہ پاکستان کے خلاف کسی ممکنہ اقدام کے لیے بہانہ ہاتھ آ سکے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے موساد، امریکہ اور نیوکونز نے جڑواں ٹاورز گرائے تھے، تاکہ بڑے پیمانے پر عالمِ اسلام پر فوج کشی کا جواز پیدا کیا جا سکے۔ بمبئی دھماکے ہندوؤں نے خود کرائے ہیں۔ اس کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ وہاں سے جو شخص پکڑا گیا اس کی کلائی میں وہی ہندوؤں والا دھاگہ بندھا ہوا ہے۔ اس سے پہلے سمجھوتہ ایکسپریس کا جو واقعہ ہوا تھا اس میں بھی ہندو ملوث تھے۔ اس واقعے کے سلسلے میں ہیمنت کرکرے کی جو تحقیقاتی رپورٹ سامنے آئی اُس میں ہیمنت نے قرار دیا تھا کہ یہ ہندوؤں کا اپنا کیا ہوا کام ہے۔ اس میں فوج کے ایک حاضر سروس لیفٹیننٹ کرنل ملوث ہیں، مسلمانوں پر خواہ مخواہ الزام لگا دیا گیا۔ اس رپورٹ کے آنے پر لیفٹیننٹ کرنل گرفتار کر لیا گیا۔ چونکہ ہیمنت کرکرے نے ہندو انتہا پسندوں کے خلاف بہت بڑا فیصلہ کیا تھا، لہٰذا اس حادثے میں اُسے بھی قتل کر دیا گیا ہے۔

ان حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ صورتِ حال خوفناک ہے۔ چاروں طرف سے ہمارا گھیراؤ کیا جا رہا ہے۔ ویسے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ چین ہمارا دوست ہے، وہ مشکل میں ہماری مدد کو آئے گا۔ میں ان لوگوں سے کہتا ہوں کہ چین ہمارا دوست نہیں ہے، وہ اپنے مقاصد کے لیے ہم سے تعلق استوار کیے ہوئے ہے۔ اسے خلیج اور بحیرۂ عرب تک ایک راستہ چاہیے، جو پاکستان کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ اسی خاطر انہوں نے شاہراہ ریشم بنوائی اور گوادر پورٹ میں انویسٹمنٹ کی۔ لیکن بہرحال Muslim Fundamentalism کا اندیشہ چین کو بھی ہے۔ چنانچہ اس معاملے میں وہ مغربی دنیا کے ساتھ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو کچھ لال مسجد میں ہوا، اس پر مشرف کو شاباش دینے والا چین بھی تھا۔ اسی طرح افغانستان میں جو کچھ امریکہ اور نیٹو کر رہا ہے، اس میں اُسے چین کی آشیرباد بھی حاصل ہے۔ الغرض چین ہمارے ساتھ تعاون کے معاملے میں کوئی بڑا رسک لینے کے لیے قطعاً تیار نہیں ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ ایک طرف صورتِ حال کی اس قدر سنگینی ہے، دوسری جانب بحیثیت قوم ہمارا حال یہ ہے کہ غفلت میں پڑے ہیں۔ بقول حالیؔ

یہی حال دنیا میں اُس قوم کا ہے
بھنور میں جہاز آ کے جس کا گھرا ہے!
کنارہ ہے دُور اور طوفان بپا ہے!
گماں ہے یہ ہر دم کہ اب ڈوبتا ہے!
نہیں لیتے کروٹ مگر اہلِ کشتی
پڑے سوتے ہیں بے خبر اہلِ کشتی

اب اللہ کی طرف رجوع کا راستہ ہی واحد راستہ ہے جس پر چل کر ہم مشکلات سے نکل سکتے ہیں، اور ملک کو بچا سکتے ہیں۔ خدارا! اب تو اللہ تعالیٰ کا دامن تھام لیجیے۔ اب تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑ جائیے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے۔ وہ ضرور ہماری دستگیری فرمائے گا۔ وہ خود فرماتا ہے: اے نبی! جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں دریافت کریں تو فرمائیے کہ میں قریب ہی ہوں اور ہر دعا کرنے والے کی دعا سنتا ہوں۔" (البقرۃ: 186) لیکن ساتھ ہی فرما دیا کہ "فلیستجیبوالی" "انہیں بھی چاہیے کہ میرا کہنا مانیں۔" یعنی میرے احکام پر چلیں، میری مرضی پوری کریں اور "ولیؤمنوابی" "اور مجھ پر ایمان رکھیں۔" امریکہ پر ایمان نہ رکھیں، وسائل و ذرائع پر بھروسہ نہ کریں، ہتھیاروں پر اپنا دارومدار نہ رکھیں، بلکہ اُن کا سارا توکل اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو۔ ہمیں یہ بات جان لینا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق استوار کریں گے تو وہ مدد کو آئے گا۔ یاد رکھیے، اللہ تعالیٰ غفور ہے۔ وہ غفور رحیم کے ساتھ ساتھ ذوانتقام بھی ہے۔ وہ انتقام اور بدلہ بھی لیتا ہے۔ ہمارے ہاں بعض لوگ ہیں جو اخبارات میں کالم لکھتے ہیں کہہ دیتے ہیں کہ کچھ بھی ہو جائے پاکستان تو باقی رہے گا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ بھول گئے ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ مہلت دیتا ہے مگر بالآخر جرائم کی پاداش میں پکڑ بھی لیتا ہے، اور جب اللہ پکڑتا ہے تو اُس کی پکڑ بہت سخت ہوتی ہے۔

ان حالات ہمارا میں سب سے پہلا کام یہ ہے کہ توبہ کریں۔ توبہ کی ابتدا اس بات سے ہوگی کہ آپ کی زندگی میں جو بھی غلط شے ہے مثلاً جھوٹ، دھوکہ، مکاری، فحش، بے پردگی، رشوت خوری، سودی لین دین وغیرہ ان سب کو چھوڑ دیں اور شریعت کے احکام کی پابندی کریں۔ تب آپ کہہ سکیں گے، پروردگار، میں توبہ کرتا ہوں، میری توبہ قبول فرما۔ یہ تو انفرادی توبہ ہے۔ اس کے ساتھ دوسری طرف اجتماعی توبہ ہے۔ اجتماعی توبہ تو ظاہر ہے کہ میرے اور آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔ لیکن اس کے لیے قوم کو تیار کرنے کی جدوجہد میرے اور آپ کے اختیار میں ہے۔ ہم میں سے ہر شخص عزم مصمم کرے کہ آج سے اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی کسی شے کی طرف میں رخ نہیں کروں گا۔ دوسرے یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کے دین کو یہاں قائم کرنے کے لیے اپنا تن من دھن لگا دوں گا اور اس کے لیے کسی جماعت میں شامل ہوں گا۔ ظاہر ہے کہ یہ کام انفرادی طور پر نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے جماعت درکار ہے، حزب اللہ چاہیے۔ حضورؐ نے مکہ میں 13 سال دعوت دے کر، تربیت دے کر، تزکیہ کر کے، افراد کو منظم کر کے ایک حزب اللہ قائم کی تھی۔ ہمیں بھی آپؐ کے اسوۂ حسنہ پر چلتے ہوئے حزب اللہ بنانی ہوگی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ تنظیم اسلامی ہی میں آ جائیں کہ یہی ایک جماعت ہے، بلکہ آپ سوچیں، غور کریں اور خود طے کریں کہ آپ کو کس جماعت میں شامل ہونا ہے، لیکن غلبۂ دین کی جدوجہد میں کسی نہ کسی جماعت کو ضرور اختیار کیجیے۔ اس لیے کہ حضرت عمرؓ کا فرمان ہے کہ جماعت کے بغیر اسلام نہیں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: مسلمانو! میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دے رہا ہوں۔ اللہ نے مجھے ان کا حکم دیا ہے۔ جماعت کا، سمع و طاعت کا، ہجرت کا اور اللہ کی راہ میں جہاد کا۔ اگر آپ غلبۂ دین کے لیے اجتماعی جدوجہد میں شریک ہو جاتے ہیں، قوم کو بیدار کرنے میں اپنا حصہ ڈالتے ہیں تو یہ گویا اجتماعی توبہ کے اندر آپ کا حصہ ہوگا۔ قوم اگر جاگ گئی اور ہوش میں آ گئی، اللہ کی طرف رجوع ہو گئی تو ہو سکتا ہے کہ ہمارے ساتھ قوم یونسؑ والا معاملہ

(باقی صفحہ 4 پر)

اندھے کی بصیرت

وسیم احمد

میں نے ایک پیدائشی اندھے سے خصوصی انٹرویو دینے کی درخواست کی تو وہ ایسے پھٹ پڑا جیسے میں نے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔ بولا جس معاشرے میں ہم جیسے لوگوں کو قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے، وہاں تم میرا انٹرویو کر کے کیا کرو گے۔ میں نے عرض کیا، دیکھو بھائی، ہم تو آپ لوگوں کی بہت عزت کرتے ہیں۔ آپ کو ”سپیشل پیپل“ کا درجہ دے رکھا ہے۔ سال میں ایک دن سفید چھڑی کے نام سے منسوب ہے۔ کسی بھی راہ چلتے اندھے شخص کو اپنے قیمتی وقت سے کچھ وقت نکال کر سڑک بھی پار کروا دیتے ہیں۔ اور آپ لوگ کیا چاہتے ہو؟ وہ بولا، اندھے افراد کی جتنی تحقیر ہمارے معاشرے میں کی جاتی ہے اس کی پوری دنیا میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ جس اندھے کو ”الف کا نام کو کو“ بھی نہ آتا ہو، اسے تم ”حافظ جی، حافظ جی“ کہہ کر بلاتے ہو۔ جو آپ کی بات نہ سمجھ پائے اسے ”عقل کا اندھا“ کہتے ہو۔ اندھوں میں کانا راجا، اندھا کیا جانے بسنت کی بہار جیسی ضرب الامثال ہماری تحقیر نہیں تو کیا ہے۔ اندھا قانون، اندھا قتل اور اندھی گولی جیسی بھیانک تشبیہات اندھوں سے ہی کیوں منسوب کی جاتی ہیں۔ آپ کے معاشرے میں تو ہماری عورت کی بھی کوئی عزت نہیں۔ میں نے کہا، وہ کیسے۔ بولا آپ لوگوں نے کسی حکومت کی لوٹ کھسوٹ کا ذکر کرنا ہو تو کہتے ہو، انہوں نے آتے ہی ”انی پا دتی اے“۔ یہ ہماری عورتوں سے زیادتی نہیں تو کیا ہے۔

ابھی وہ بھڑاس نکال ہی رہا تھا کہ میں نے عرض کیا: جناب میں انٹرویو کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ وہ بولا، دیکھو، بھائی میں آنکھوں سے اندھا ہوں، دل کا اندھا نہیں ہوں۔ میں اپنے گردوپیش کے حالات و واقعات کا جائزہ حکمرانوں کے بیانات اور میڈیا کے ذریعے نشر ہونے والے پروگراموں سے لیتا ہوں۔ لیکن چونکہ دل کا اندھا نہیں ہوں لہٰذا دل کی باتوں کو بھی پس پشت نہیں ڈالتا۔ اگر تم میری ظاہری جسے تم زمینی حقائق پر مبنی سوچ کہتے ہو اور میری دل کی بصیرت پر مشتمل خیالات سننے کے متحمل ہو سکتے ہو تو میں حاضر ہوں۔ میں نے جھٹ سے پہلا سوال کیا کہ آپ کے خیال میں ممبئی میں دہشت گردی کے واقعات کی ذمہ داری پہلے پاکستان اور ISI اور بعد میں لشکر طیبہ اور جماعۃ الدعوۃ پر کیوں ڈالی جا رہی ہے؟ وہ بولا پاکستان چونکہ القاعدہ اور اس کے راہنماؤں کی محفوظ پناہ گاہ ہے، پوری دنیا میں دہشت گردوں کی نرسری ہمارے قبائلی علاقوں میں ہے۔ یہاں کے مدارس میں دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے۔ لشکر طیبہ اور جماعۃ الدعوۃ کے مجاہدین نے چونکہ بمبئی فائرنگ کے واقعات میں حصہ لیا ثبوت بھارتی حکومت کو مل گئے ہیں جو انہوں نے UNO سلامتی کونسل کو دیے۔ انہوں نے فوری طور پر جماعۃ الدعوۃ وغیرہ پر پابندی کی سفارش کی۔ ہمارے محب وطن حکمران چونکہ پاکستان کو دہشت گرد ملک ڈیکلیئر نہیں کروانا چاہتے تھے، لہٰذا انہوں نے فوری طور پر مذکورہ جماعتوں پر پابندی لگا دی اور بس۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کی باطنی بصیرت اس حوالے سے کیا کہتی ہے۔ وہ بولا اس کی کون سنتا ہے۔ میں نے کہا، پھر بھی آپ بتائیے۔ وہ بولا، میرا دل یہ کہتا ہے کہ یہود و ہنود کے اتحاد کو جس کی سرپرستی امریکہ بہادر کر رہا ہے، پاکستان کا وجود روزِ اول سے ہی اچھا نہیں لگتا۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اسلامی دنیا کی واحد ایٹمی قوت ہے اور یہاں سے اُٹھنے والی ایک تحریک نے افغانستان میں اسلام کا احیاء کر دیا تھا، انہیں دنیا بھر میں پھیلی ہوئی خرابیوں کا ذمہ دار قرار دے کر میڈیا وار کے ذریعے ان کے گرد گھیرا تنگ کیا جائے اور موقع ملتے ہی کسی نہ کسی طرح انہیں ایٹمی قوت سے محروم کر دیا جائے، تا کہ نورِ اسلام کی کونپل یہاں سے پھوٹنے نہ پائے۔ اسی لیے بھارت راہ چلتے کیلے کے چھلکے سے پھسل کر گرنے والے شخص کی ذمہ داری بھی پاکستان اور ISI پر ڈال دیتا ہے۔

میرا اگلا سوال تھا کہ پاکستانی حکومت قبائلی علاقوں میں قیام امن کے لیے مقامی طالبان سے مذاکرات کیوں نہیں کرتی؟ وہ بولا، زمینی حقائق کے مطابق مقامی طالبان شدت پسند ہیں۔ وہ لڑکیوں کے سکولوں کو آگ لگانے، لوگوں کو اغوا کرنے اور سکیورٹی فورسز کو بلا اشتعال فائرنگ کا نشانہ بنانے جیسے گھناؤنے افعال کے مرتکب ہیں۔ ان سے مذاکرات نہیں ہو سکتے۔ ان کا علاج صرف اور صرف آپریشن ہے۔ قبائلی علاقوں میں شرپسندوں کا صفایا کر کے ہی حکومتی رٹ قائم کی جا سکتی ہے۔ لیکن میرا دل یہ کہتا ہے کہ اگر جذبے سچے اور ارادے نیک نیتی پر مبنی ہوں تو مقامی طالبان سے مذاکرات ہو سکتے ہیں اور وہ کامیاب بھی ہو سکتے ہیں۔ ہمیں سمجھنے کی ضرورت ہے کہ شمالی اور قبائلی علاقوں میں قانون ہاتھ میں لینے اور بدامنی پھیلانے والے افراد مقامی طالبان نہیں بلکہ ”را اور“ ”موساد“ کے ایجنٹ ہیں، جو مقامی طالبان کے روپ میں پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچانے اور پاکستان کو 1971 جیسے کسی سانحے سے دوچار کرنے کے لیے نیٹو فورسز کی مکمل آشیر باد سے پاکستان کے مخلص عوام اور افواج پاکستان کو لڑا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں حکومت اور قبائلی عمائدین کے درمیان معاہدہ طے پاتا ہے وہاں یہ شرپسند عناصر ایکشن کر کے امن عمل کو متاثر کرتے ہیں۔ ”را“ اور ”موساد“ کے ان ایجنٹوں اور نیٹو فورسز کی ملی بھگت کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہو کہ پاک فوج کے جوان جب حقیقی شرپسندوں کے ٹھکانوں کی نشاندہی نیٹو فورسز کو کرتے ہیں تو وہ ان کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیتی، البتہ وہ نہتے عوام، دینی مدارس اور امن جرگوں پر میزائل اٹیک اور خودکش حملے ضرور کرواتی ہیں۔

اس سے پہلے کہ اندھا شخص نیٹو فورسز کی سازشوں سے مزید پردے اُٹھاتا، میں نے اگلا سوال کیا کہ آپ کے خیال میں پاکستان کے شہر کراچی میں طالبانائزیشن کا کوئی خطرہ ہے؟ اندھا شخص بولا زمینی حقائق سے باخبر لندن میں مقیم قائد متحدہ کو تو کراچی میں شاید طالبانائزیشن کا خطرہ محسوس ہو رہا ہو لیکن دل کی تھوڑی سی بصیرت رکھنے والا شخص بھی یہ جانتا ہے کہ کراچی ایسا شہر ہے جس میں مقامی دینی قوتیں عرصہ دراز سے ایڑھی چوٹی کا زور لگا کر بھی ایم کیو ایم کا سحر نہیں توڑ سکیں تو مٹھی بھر طالبان وہاں کیسے اپنے قدم جما سکتے ہیں۔ اندھا شخص بولتا جا رہا تھا، اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ ایسی باتیں وہ شخص کر رہا ہے جو آنکھوں کی بصارت سے محروم ہے، وہ جدید علوم بھی اسی عارضے کے سبب حاصل نہیں کر سکا، لیکن یہی آسان سی باتیں ہمارے روشن خیال جدید تعلیم یافتہ حکمران ٹولے کو کیوں سمجھ نہیں آتیں۔ لہٰذا میں نے اس سے اپنا، عزیزوں، رشتے داروں، گردونواح میں سب کا خیال رکھنے اور آئندہ آپ سے بات ہوتی رہے گی کے وعدے کے ساتھ اجازت مانگی تو وہ فوراً بولا، ٹھہرو یہ جس شخص کا تکیہ کلام تم دھرا رہے ہو اگر ہو سکے تو اسے بتانا کہ اتنے لوگوں کا خیال رکھنے کی بجائے تم صرف اپنی عزت کا خیال رکھا کرو۔

یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں ''ہنود''

شادی بیاہ کی ناروا رسومات کا تذکرہ

سلیم رؤف

ناروا رسومات کے متعلق لوگوں سے پوچھا جائے تو بعض سادگی سے کہہ دیتے ہیں کہ دراصل ہمارے باپ دادا کافی عرصہ ہندوؤں کے ساتھ رہے ہیں، اس لیے جہیز، بارات، سلامی، مہندی، مائیاں، باجے، سالگرہ اور بسنت وغیرہ سب انہی سے سیکھا ہے۔ میں پوچھتا ہوں، اے عقل کے اندھو! وہ بھی ہمارے ساتھ اتنا عرصہ رہے ہیں۔ انہوں نے ہم سے کچھ نہیں سیکھا۔ کیا وہ نمازیں پڑھتے ہیں؟ کیا وہ روزے رکھتے ہیں؟ کیا وہ داڑھیاں رکھتے ہیں؟ ایک ہم ہیں کہ ان کی ہر ادا پر مرے مٹے جا رہے ہیں۔

ناچ گانے کا سلسلہ ابھی جاری تھا کہ دو تین ''شریف آدمی'' دیوار کے ساتھ لگے، آپس میں کچھ سرگوشیاں کرنے لگے۔ ان کے تاثرات سے پتہ چل رہا تھا کہ انہیں یہ سب کچھ اچھا نہیں لگا۔ ایک صاحب کہنے لگے ''یہ تو کچھ بھی نہیں، یہی لڑکیاں اور چند لڑکے کل رات مہندی لے کر لڑکے کے گھر آئے۔ ساتھ ہی میرا گھر ہے، ساری رات ہم سو نہیں سکے۔ پورے محلے کے لڑکے اور لڑکیاں استقبال کے لیے سڑک پر کھڑے تھے۔ جونہی بس چوک میں رکی۔ اس وقت رات کا ایک بج رہا تھا۔ پیلے رنگ کے لباس، کھلے اور لہراتے ہوئے بال، ہاتھوں میں موم بتیوں کے تھال، ڈفلیاں اور اونچی اونچی آواز میں انڈین گانوں کی گونج سے سارا محلہ جاگ اُٹھا۔ چھوٹے بڑے سبھی مکانوں کی چھتوں اور کھڑکیوں سے یہ منظر دیکھنے کے لیے امڈ آئے۔ ڈلہا میاں کے گھر پہنچتے ہی جیسے سب کو کرنٹ چھو گیا، یعنی بریک ڈانس شروع ہو گیا۔

ایک ''حاجی صاحب'' بڑی رعب دار آواز میں گرجے۔ لڑکے سارے باہر نکل جائیں، سوائے ویڈیو والوں کے۔ حیرت ہے! کیا ویڈیو والوں کی جنس مشکوک تھی کہ ان کے علاوہ سب کو باہر نکال دیا گیا اور اس بڑے کمرے کا دروازہ بند کر دیا گیا، پھر اللہ جانے اندر کیا ہوا۔ وہ تو بعد میں جنہیں باہر نکالا گیا تھا، ان کی زبانی پتہ چلا کہ ویڈیو سنٹر پر سب نے ایک ایک لڑکی کا ڈانس کئی کئی مرتبہ دیکھا۔

ابھی کچھ عرصہ پہلے ایک بہت ہی افسوس ناک خبر چھپی تھی کہ اس طرح مہندی کے موقع پر بنی ہوئی مختلف گھروں کی کیسٹوں سے، من پسند لڑکیوں کے ڈانس چن چن کر ایک کیسٹ تیار کی گئی، جس کا نام تھا ''شریفوں کا مجرا''۔ ڈوب مرنے کا مقام ہے''۔ کچھ اس قسم کی باتیں چند آدمی دیوار کے پاس کھڑے کر رہے تھے۔ جنہیں شاید علم نہیں تھا کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔

اتنے میں سب باراتی ہال میں لگی کرسیوں پر بیٹھنا شروع ہو گئے۔ تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے کرسیاں کم پڑ گئیں۔ چند بیروں نے بڑی پھرتی سے کالی بوتلیں تقسیم کرنا شروع کر دیں مگر ''تجربہ کار'' حضرات بوتلیں لینے سے انکار کر رہے تھے۔ سٹیج پر دولہا کے دائیں طرف مولوی صاحب آ کر بیٹھ گئے، جو کافی دیر سے بارات کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ میرے خیال میں سب سے پہلے وہی آئے۔ میں اسی وقت سے تاڑ میں تھا کہ آیا وہ نماز پڑھتے ہیں یا نہیں۔ لیکن انتہائی دکھ ہوا کہ انہوں نے معمولی فیس اور ایک وقت کے کھانے کی خاطر اتنا اہم فریضہ ترک کر دیا، دوسرے بے شمار لوگوں نے نماز نہ پڑھی، مگر ان کا بہت دُکھ ہوا کہ خود ہی دوسروں کو درس دیتے ہیں کہ ''نبی ﷺ نے فرمایا: بندے اور کفر کے درمیان فرق نماز کا چھوڑ دینا ہے''۔ اس موقع پر وہ حدیث یاد آئی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''معراج کی رات میں نے بہت سے آدمی دیکھے جو آگ کی قینچیوں سے اپنے ہونٹ کاٹ رہے تھے۔ میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے''۔

شادی ہال کے دفتر کے ساتھ ہی دلہن کے لیے ایک چھوٹا سا کمرہ بنا ہوا ہے۔ دلہن کو بیوٹی پارلر سے لا کر سیدھا اسی کمرے میں بٹھا دیا گیا۔ ویڈیو والوں کی پھرتی دیکھیں، دروازہ کھولا وا اندر۔ اللہ بیڑا غرق کرے ان بیہودہ رسموں کا کہ عروسی لباس میں ملبوس دلہن کو ابھی دولہا بھی دیکھنے نہ پایا تھا کہ ویڈیو والے کئی کئی زاویوں سے دلہن کے چہرے کے مختلف پوز دیکھ رہے تھے۔

خطبۂ نکاح شروع ہوا اور فوری ختم ہو گیا۔ شاید ہی کوئی خوش نصیب ہو جس نے توجہ سے سنا ہو۔ دولہا میاں دستخط کرنے لگے تو مولانا صاحب بولے، ٹھہرو میاں! کیمرہ تو اِدھر آ لینے دو۔ پھر دعا ''پڑھی'' گئی۔ پورے مجمع نے انتہائی بے توجہی کا مظاہرہ کیا۔ ہاتھ منہ پر پھیرتے ہی ایک شور بلند ہوا، مبارک ہو! مبارک ہو۔ اسی دوران ایک شرمناک بات دیکھنے میں آئی کہ انڈین فلموں کی پیداوار ایک بچہ اپنے باپ سے پوچھنے لگا۔ پاپا! نکاح ہو گیا؟ وِکی بیٹے! نکاح تو ہو گیا، باپ نے جواب دیا۔ بچہ بولا! پاپا ڈلہا اور دلہن نے ابھی پھیرے تو لگائے نہیں۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی

ایک صاحب تھیلا پکڑے چھوٹے چھوٹے بند پیکٹ بانٹنے لگے۔ اچھے بھلے سمجھ دار حضرات بھی چھینا جھپٹی میں مصروف تھے۔ جس میں دو عدد چھوہارے، دو بادام، ایک سستی سی ٹافی اور تھوڑی سی میٹھی سونف تھی۔ چیزیں دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ دیکھو! خود ''منڈے والے'' کیا لائے ہیں اور لڑکی والوں کے ذمہ قورمہ، روسٹ، مچھلی، پلاؤ، سیخ کباب، روغنی نان، آئس کریم، بوتلیں اور چاٹ وغیرہ لگا دیا ہے۔ کیا یہ سب کچھ کھاتے ہوئے انہیں شرم نہ آئے گی کہ ہم کیا لائے ہیں اور یہاں کیا اُڑا رہے ہیں؟

اتنے میں دو بھانڈ اپنی مخصوص آواز نکالتے ہوئے (جوڑیاں سلامت رہیں) اسٹیج پر آ گئے۔ پہلے تو انہوں نے سیاسی لیڈروں کی جگت بازی کا ایسا نشانہ بنایا کہ ہر کوئی ہنسی کا گول گپا بنا ہوا تھا۔ بعد میں ان ظالموں نے جنت، دوزخ، حوروں اور فرشتوں کا تمسخر اڑانا شروع کر دیا۔ مگر کسی کی غیرت نہ جاگی۔ سب اسی طرح لوٹ پوٹ ہو رہے تھے اور نئے نوٹ دے کر ان کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے۔ اللہ ہدایت دے ان بدبختوں کو جو اس قسم کے مذاق کرتے ہیں اور جو سامنے بیٹھے داد دیتے ہیں۔

اچانک آواز آئی ''روٹی کھل گئی ہے'' آواز کیا آئی، جیسے جیل کا دروازہ کھل گیا ہو۔ کرسیاں دھڑم دھڑم گرنے لگیں، لوگ کرسیاں پھلانگ کر ڈائننگ ہال کی طرف بھاگے اور کھانے پر اس طرح ٹوٹ پڑے جیسے فوج کو دشمن پر حملے کا حکم دیا گیا ہو، بلکہ گدھوں اور چیلوں کی طرح کھانے کی طرف لپکے جیسے کئی دنوں سے بھوکے ہوں۔ اسی

دھکم پیل میں برتنوں والی میز گرگئی۔ بے شمار پلیٹیں ٹوٹ گئیں کھانا کم تھا اور لوگ زیادہ۔ منٹوں میں تمام ڈشیں خالی ہو گئیں۔ "تجربہ کار" حضرات اپنی اپنی پلیٹوں پر گوشت کے چھوٹے چھوٹے گنبد بنائے ایک طرف ہوگئے۔ شاید ویڈیو والوں سے چھپتے پھر رہے تھے۔ کچھ کے ہاتھوں میں پکڑی خالی پلیٹیں ان کا منہ چڑا رہی تھیں۔ کچھ وہ تھے، جنہیں خالی پلیٹ بھی نصیب نہ ہوئی۔ پھر جہاں سے ڈش خالی ہوکر گئی واپس نہ آئی بلکہ راستے میں ہی لوٹ لی جاتی۔

عجیب صورتحال ہوتی ہے اس وقت کہ وقت کم اور مقابلہ سخت۔ ہر شخص "چینڈل والی بوٹی" دبوچنے کی کوشش کرتا ہے۔ محنت طلب بوٹی پلیٹ میں آجائے تو اسی رفتار سے زمین پر پھینک دی جاتی ہے۔ اگر فرش پر پڑی آدھی اور پوری بوٹیاں اکٹھی کی جائیں تو میرا اندازہ ہے کہ کم ازکم ایک سو کے قریب "انسان" پیٹ بھر کر کھالیں۔ لیکن چونکہ ہر شخص گھر سے منصوبہ بندی کرکے آتا ہے کہ دولہا کو اگر سو روپیہ دینا ہے تو پوری کسر نکال کر آنی ہے۔ کوئی ان عقل کے اندھوں سے پوچھے کہ جیب تم نے دولہا کی گرم کی اور بیڑا لڑکی والوں کا غرق کررہے ہو۔ بعض حضرات کے کپڑے پر جابجا سالن کے دھبے، اس بات کی نشاندہی کررہے تھے کہ صاحب زندگی میں پہلی مرتبہ خون پسینے کی کمائی کھارہے ہیں۔ پھر ایک راز کی بات بتاؤں، شادی ہال کے مالک نے بیروں کو تاکید کی ہوئی ہے کہ جب کھانا کسی کے حساب سے طے ہو تو ہاتھ روک کر رکھا کریں۔ اس طرح کمال کاریگری سے دوسو افراد کا کھانا چار سو کو کفایت کرجاتا ہے۔

اچانک میری نظر پڑی کہ ساتھ ہی عورتیں کھانا کھا رہی ہیں۔ افسوس! بڑی پردہ دار خواتین بھی شادی ہال میں بے پردہ ہوجاتی ہیں۔ اچھے خاصے مذہبی گھرانے کی لڑکیاں جن کی صورتیں کوئی ہمسایہ بھی نہیں دیکھ پاتا، یہاں ہر کوئی ان کے چہرے پر نظریں گاڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جن پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے، وہ یہاں بھی پورے پردے کے ساتھ آتی ہیں مگر افسوس! جو گھر میں دیور اور جیٹھ سے بھی کچھ مانگتے ہوئے شرماتی ہیں، انہیں بھی یہاں ایک اجنبی بیرا کھانا کھلاتا ہے (حالانکہ "بیرا" ہوتا ہے اندھا نہیں ہوتا) اور ویڈیو والا تو کیمرے کی آنکھ سے کتنی دیر گھورتا رہتا ہے، حالانکہ اس موقع کے علاوہ کسی کی بہن یا بیٹی کو کوئی اس طرح گھورے تو شاید اس کی آنکھیں نکال دی جائیں۔

پھر بے مروت مہمانوں کی طرح سب نے ہاتھ دھوئے اور آہستہ آہستہ کھسکنا شروع ہوگئے۔ عورتیں کھانے سے فارغ ہوکر "بری" کی نمائش کے لیے اکٹھی ہو گئیں۔ سٹیج پر کھڑی ایک عورت منفرد سٹائل کے ساتھ لہک لہک کر چیزیں دکھا رہی تھی، یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اپنے ہی پہنے ہوئے کپڑوں اور زیور کی نمائش کررہی ہو۔ دور سے اذان کی آواز آئی۔ ایک نیک بخت نے فوراً ساڑھی کے پہلو سے اپنا سر ڈھانپ لیا، دوسری پلو کھینچتے ہوئے بولی اری! اللہ میاں کو نہیں پتہ کہ آج ہم بارات کے ساتھ آئی ہوئی ہیں۔

"شرم تم کو مگر نہیں آتی"

رخصتی کے وقت ماں باپ، بھائی بہنیں سب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے سوائے دلہن کے، شاید اسے بیوٹی پارلر والی کی تاکید یاد آگئی ہو کہ "اگر رونا آگیا تو میک اپ کی کوئی گارنٹی نہیں ہوگی اور پانچ ہزار روپے میں سے ایک پائی بھی واپس نہیں کروں گی"۔ آخر میں لڑکے والے دلہن اور دوٹرک "مال غنیمت" سمیٹنے کے بعد بڑے فاتحانہ انداز میں ہوائی فائرنگ کرتے ہوئے ایک نامعلوم مقام کی طرف فرار ہوگئے۔ اتنا سامان دیکھ کر حیرت ہوئی کہ دیکھو جہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم نہیں تھا، وہاں تو بچی کو بہت کچھ دیا گیا مگر جائیداد کی تقسیم کے وقت، جہاں اللہ تعالیٰ کا واضح حکم موجود ہے، وہاں بیٹی کو کچھ نہیں دیتے۔ حالانکہ اس کا حصہ خود اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے۔ شاید ہم لوگوں نے قسم کھا رکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا جو بھی حکم ہوگا ہم نے اس کے خلاف چلنا ہے۔

بھائیو اور بہنو! اب میں اس بات کی طرف آتا ہوں جس کے لیے اب تک آپ کو اتنی زحمت دی۔ پہلی بات تو یہ کہ اسلام میں بارات کا کوئی تصور نہیں اور نہ ہی جہیز کا کوئی تصور ہے۔ اسلام نے نکاح کو آسان تر اور بدکاری کو مشکل ترین بنایا ہے۔ افسوس! ہم سب نے ہندوانہ رسم و رواج کی تقلید میں نکاح کو مشکل ترین اور بدکاری کو آسان تر کردیا ہے۔ اللہ کی قسم! جن سفید پوش بچیوں کے ماں باپ کے پاس اتنی بڑی فوج کو کھانا کھلانے کے لیے پیسے نہیں، ٹرکوں پر لاد کر دینے کے لیے سامان نہیں، جن کی بچیاں والدین کے گھر بیٹھی بوڑھی ہورہی ہیں اور جو دن رات والدین کے قدموں سے لپٹ لپٹ کر تمہاری جان کو رورہی ہیں، جو کسی غیرت مند نوجوان اور اس کے غیرت والے والدین کی راہ تک رہی ہیں۔ کیا میدان حشر میں ہم میں سے ایک ایک کا گریبان ان لڑکیوں کے ہاتھوں میں نہیں ہو گا؟ کیا وہ چیخ چیخ کر اپنے رب کے حضور جھگڑا نہیں کریں گی کہ مولا! یہ ہیں وہ ظالم جنہوں نے ہماری دنیا اجاڑ دی؟ الٰہی! اس وقت ہم بے بس تھیں مگر آج ہم ایک ایک سے بدلہ لے کر چھوڑیں گی۔ بھائیو اور بہنو ذرا سوچو! کیا اللہ ان سے انصاف نہ فرمائے گا؟

نبی ﷺ نے تو حکم دیا کہ "نکاح مسجدوں میں کرو"۔ آج کہاں ہیں اس نبی ﷺ کے ماننے والے؟ کیا امتی کا یہی کام ہے کہ وہ مسجد میں نکاح کا سن کر مذاق اڑائے۔ کبھی سوچا یہ کس کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ ظالمو! عیسائی تو اپنے نکاح گرجا گھروں میں کرکے فخر محسوس کریں اور امت محمدیہ ﷺ مسجد میں نکاح کو توہین تصور کرے پھر اگر کوئی کہے کہ میری بیٹی کیا سوچے گی تو اے عشق مصطفیٰ ﷺ کے دعویدارو! رحمت دو عالم ﷺ کی لخت جگر اور پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح تو مسجد میں ہو اور کیا ہم اپنی بیٹی کو جنتی عورتوں کی سردار سے (معاذ اللہ) زیادہ عزت والی سمجھتے ہیں؟

پھر اگر کوئی کہے کہ اس وقت اتنی تعلق داریاں نہیں تھیں اور آج کل چار پانچ سو افراد کے بغیر بارات لے جانا ممکن نہیں۔ تو اللہ کی قسم! ان الفاظ سے ہم کہیں توہین رسالت کے مرتکب نہ ہورہے ہوں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کپڑے پر زعفران کا نشان دیکھ کر حضور ﷺ نے پوچھا تو عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ ﷺ! میں نے نکاح کرلیا ہے۔ بھائیو اور بہنو! کچھ تو سوچو! حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جیسے جلیل القدر صحابی کا نکاح تو نبی پاک ﷺ کے بغیر ہوجائے اور کیا وہ فوج جس کے بغیر ہمارا نکاح نہیں ہوتا، اس کا رتبہ (معاذ اللہ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر ہے؟

پھر کچھ بدنصیب بہن بھائی ایسے ہیں کہ شادی کی دعوت نہ دو تو ملنا جلنا ہی ترک کردیتے ہیں، وہ بھی اپنی اس جہالت پر غور فرمالیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جریرؓ سے فرمایا: شادی کرلو۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ شادی تو میں نے کرلی۔ قربان جاؤں اس ذات پر! کیا کوئی ثابت کرسکتا ہے کہ نبی ﷺ نے ناراضی کا اظہار کیا ہو کہ تم نے ہمیں اپنی شادی پر کیوں نہیں بلایا؟ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محسوس تک نہ کیا، تو ہم ایسے موقع پر قطع تعلق کرکے اپنی کیا حیثیت ثابت کرنا چاہتے ہیں؟

بھائیو اور بہنو! آج رحمت دو عالم حضرت محمد ﷺ کے طریقے کی خلاف ورزی کا نتیجہ ہم ہر روز اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں بلکہ بھگت رہے ہیں۔ کیا کسی ایسے گھر کی نشاندہی کرسکتے ہو (الا ماشاء اللہ) (باقی صفحہ 12 پر)

☆سعودی عرب کی ثالثی میں امریکہ سے طالبان کے مذاکرات کا پروپیگنڈا طالبان اور اُن کے جہاد کو کمزور کرنے کے لیے کیا گیا

طالبان کبھی ایسے مذاکرات کا حصہ نہ تھے اور نہ وہ ایسا چاہتے ہیں

☆قندھار کے دوسرے قبائل کے علاوہ خود کرزئی کا قبیلہ اور اُس کے سردار بھی طالبان کے ساتھ ہیں

☆طالبان کامیاب ہو رہے ہیں اور امریکی و نیٹو فوج کو شکست کا سامنا ہے

طالبان کی مجلس شوریٰ کے رکن اور سابق گورنر قندھار ملا محمد حسن رحمانی کی ڈیلی ٹائم کے نمائندے سید سلیم شہزاد سے گفتگو

س: یہ بتایئے کہ آپ طالبان کی تحریک سے کیسے وابستہ ہوئے؟ صوبہ قندھار کے گورنر کیسے بنے؟ اب تحریک طالبان سے آپ کا کیا تعلق ہے؟

ج: میرا نام حسن رحمانی ہے۔ میں صوبہ قندھار کا سابق گورنر ہوں۔ میں تحریک طالبان سے شروع میں ہی ملحق ہو گیا تھا۔ یہ اسلامی تحریک تھی۔ میں جہاد میں شامل ہو گیا تھا، اس لیے اس میں بھی شامل ہو گیا۔ بعد میں جب کچھ علاقہ طالبان کے قبضہ میں آیا تو مجھے قندھار کا گورنر نامزد کر دیا گیا اور آخر تک میں اس عہدہ پر رہا۔

س: آپ نے اپنی تعلیم کہاں کہاں حاصل کی؟

ج: مختلف جگہوں اور مختلف مدرسوں میں، افغانستان، پشاور اور کوئٹہ وغیرہ میں۔

س: آپ ملا عمر کے بہت نزدیک ہیں اور ان کی مجلس شوریٰ کے بھی رکن ہیں، یہ بتایئے کہ مغربی میڈیا طالبان کے ساتھ سعودی عرب کے امن مذاکرات کا ذکر کیوں بڑھا چڑھا کر کر رہا ہے اور ایک خبر یہ بھی ہے کہ سعودی عرب نے ملا عمر کو پناہ دینے کی پیش کش کی ہے؟

ج: آج صورت حال یہ ہے کہ طالبان کامیاب ہو رہے ہیں اور امریکی و نیٹو فوج کو شکست کا سامنا ہے۔ دشمن چاہتا ہے کہ طالبان کو کہیں الجھا دیا جائے اور ان کے ذہن کو پریشان کیا جائے۔ اسی لیے کبھی وہ مذاکرات کی بات کرتے ہیں، کبھی مصنوعی مسائل کا ذکر کرتے ہیں۔ طالبان ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتے اور نہ مذاکرات کرنا چاہتے ہیں۔ سعودی عرب کی پیشکش، مکہ کانفرنس ملا عمر کے لیے پناہ کی پیشکش ہمیں بالکل منظور نہیں۔

س: لندن سے جاری ہونے والے جریدہ شرق الاوسط نے غالباً طالبان کے دو لیڈروں مولوی عبدالکبیر جو طالبان کے دور حکومت میں ننگرہار کے گورنر تھے اور سید طیب آغا جو ملا عمر کے سیکریٹری ہیں کا نام لیا ہے کہ وہ سعودی عرب گئے اور شاہ عبداللہ کے ساتھ کھانا کھایا، کیا یہ سچ ہے؟ اگر ہاں تو کس مقصد کے لیے؟

ج: یہ بالکل غلط ہے۔ نہ مولوی عبدالکبیر اور نہ سید طیب آغا سعودی عرب گئے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ رمضان شریف کے آخری دنوں پاکستان میں سابق طالبان سفیر ملا عبدالسلام ضعیف کو افطار دعوت دی گئی تھی۔ لیکن میڈیا نے اس بات کو یہ کہہ کر اچھالا کہ طالبان سے سعودی ثالثی میں مذاکرات شروع ہو گئے ہیں۔ یہ سب پروپیگنڈا صرف طالبان اور ان کے جہاد کو کمزور کرنے کے لیے کیا گیا، حالانکہ طالبان کسی ایسے مذاکرات کا حصہ نہ تھے اور نہ وہ ایسا چاہتے ہیں۔

> اس وقت مدافعت اور جہاد کا زور ہے۔ ہماری تمام تر توجہ مدافعت پر ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم اسلامی نظام کے نفاذ پر بھی پوری توجہ مرکوز کیے ہوئے ہیں

س: آپ ملا عمر کے قریبی نائب ہیں اور شوریٰ کے بھی ممبر ہیں۔ یہ بتایئے کہ کیا وہ اب بھی افغانستان سے طالبان کو کمانڈ کر رہے ہیں؟

ج: ملا محمد عمر مجاہد اب بھی مجاہدین کے کمانڈر ہیں۔ وہ اب بھی طالبان کے لیڈر اور ان کے معاملات کے مکمل انچارج ہیں۔

س: ہر سال قندھار کے طالبان کے ہاتھوں میں آنے کا شور ہوتا ہے، لیکن ابھی تک وہ اس پر قبضہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے، بلکہ کوئی خاص زوردار حملہ بھی نظر نہیں آتا سوائے اس سال جیل توڑنے کے واقعہ کے، اس کی وجہ؟

ج: یہ جنگی عمل ہے۔ کبھی طالبان قندھار کے نواح میں کافی علاقہ پر قابض ہو جاتے ہیں تو وہ قندھار پر قبضہ کا اندازہ لگاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ابھی تک وہ قندھار پر قابض نہیں ہو سکے۔

س: طالبان کو بدنام کیا گیا ہے کہ انہوں نے قندھار میں بے پردہ خواتین پر تیزاب پھینکا۔ حقیقت کیا ہے؟

ج: یہ طالبان کو بدنام کرنے کا پراپیگنڈا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کس نے تیزاب پھینکا؟ کسی پر تیزاب پھینکنا مرد ہو یا عورت طالبان کا عمل نہیں ہے۔ طالبان کسی ایسے عمل میں شریک نہیں ہو سکتے۔

س: مغربی میڈیا نے پھیلایا ہے کہ طالبان نے افغانستان میں اسلامی قوانین نافذ کیے ہوئے ہیں حالانکہ ان کی حکومت کہیں نہیں ہے۔ وہ لوگوں کو زبردستی اسلام پر عمل کرنے کی تلقین کر رہے ہیں۔ میوزک وغیرہ زبردستی بند کیا جا رہا ہے اور زبردستی داڑھیاں رکھوائی جا رہی ہیں اور پگڑیاں باندھنے کا حکم ہے۔ کیا کہیں ایسی صورت حال ہو رہی ہے؟

ج: حقیقت یہ ہے کہ اس وقت مدافعت اور جہاد کا زور ہے۔ تمام تر توجہ مدافعت پر ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اسلامی نظام نافذ کرنے پر بھی زور ہے۔ ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ خود بھی اسلامی شریعت پر عمل کرے اور دوسروں کو بھی متحرک کرے۔

س: طالبان نے نیٹو کی سپلائی لائنز کو سبوتاژ کرنے کا

خصوصی انتظام کیا ہے۔ خیبر ایجنسی اور افغان صوبہ جات میں ننگر ہار اور وارد ک پر کئی حملے کیے۔ اسی طرح کا حملہ حال ہی میں قندھار میں ہوا۔ کیا یہ خاص منصوبہ نیٹو کی سپلائی لائینز کو دائمی تباہ کرنے کا قندھار اور ملحقہ علاقہ سپین لولدک میں بھی ہے؟

ج: طالبان نے افغانستان میں اہم شاہراہوں پر قبضہ کر کے نیٹو کی سپلائی کو سبوتاژ کیا ہے۔ وہ وارد ک اور قندھار کے درمیان نیٹو کی سپلائی کو تباہ کرنے کے لیے مضبوطی سے تیار ہیں بلکہ تمام افغانستان میں وہ ایسا کرنے میں بہتر پوزیشن میں ہیں۔

س: قندھار، افغانستان کا نہایت اہم صوبہ ہے۔ تاریخی اعتبار سے حکومتی عہدے دار اسی علاقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ تمام اہم جنگی سردار قندھار سے ہی ہیں۔ آپ کے ساتھ کتنے قندھاری ہیں؟ میں نے سنا ہے کہ حامد کرزئی کے اپنے قبیلے والوں نے بھی طالبان کا ساتھ دیا ہے؟

ج: یہ حقیقت ہے کہ قندھاری قبائل طالبان کے ساتھ ہیں۔ حامد کرزئی کے قبیلہ والے بلکہ ان کے سردار بھی طالبان کے ساتھ ہیں۔

س: کیا آپ نام لے کر بتا سکتے ہیں کہ وہ کون کون سے قبائل ہیں جو طالبان کا ساتھ دے رہے ہیں؟

ج: اچکزائی، نور زائی، حاجی زائی، وزیری، بارک زائی، اور کنڑ اور خوست تک پھیلے ہوئے تمام قبائل طالبان کے ساتھ ہیں۔

س: قبیلہ پروپل زائی؟

ج: ہاں پروپل زائی، عشق زائی...... جنہوں نے مخالفت کی طالبان کی...... وہ بھی اب طالبان کے ساتھ ہیں کیونکہ انہیں حامد کرزئی نے دھوکہ دیا ہے۔

س: اگلے سال افغانستان میں صدارتی انتخابات ہونے والے ہیں۔ قندھار کرزئی کا گھر ہے۔ پچھلی دفعہ جب اس نے انتخاب میں حصہ لیا تو کچھ پرانے طالبان نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا، جن میں ملا عبدالسلام راکٹی بھی شامل تھے۔ کیا اب کرزئی کے لیے قندھار میں ووٹوں کے لیے گھومنا پھرنا ممکن ہوگا؟

ج: پوری دنیا جانتی ہے کہ اس کی بنیاد یا تائید کوئی نہیں ہے۔ وہ ایک کمزور آدمی ہے۔ کوئی بھی اس بات پر یقین نہیں کرتا کہ کرزئی اس کے لیے مددگار یا فائدہ مند ہوگا۔ اس نے تو امریکہ اور نیٹو کی سپورٹ بھی ضائع کر دی ہے۔ اس لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کو کوئی چاہے گا جس طرح کہ پچھلے صدارتی الیکشن میں اس کے ساتھ ہوا۔

بقیہ: یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں ''ہنود''

جہاں سکون کی زندگی بسر ہو رہی ہو؟ میاں بیوی کا جھگڑا، ساس بہو کا جھگڑا، باپ بیٹے کا جھگڑا، طلاقوں کی بھرمار، آوارہ بیٹیاں، نافرمان بیٹے، کاروبار ٹھپ، طرح طرح کی لاعلاج بیماریاں، یہ سب کیا ہے؟ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات سے روگردانی کی سزا ہے۔

بھائیو اور بہنو! اللہ کے واسطے آج میری مان لو، چھوڑ دو یہ فضول رسمیں، نہ ناراضی مول لو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی، ابھی وقت ہے، ابھی زندگی ساتھ دے رہی ہے، پچھلے گناہوں کی سچے دل سے توبہ کر لو اور آئندہ پختہ ارادہ کر لو کہ بقیہ پوری زندگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق بسر کریں گے، اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

بقیہ: شرمناک تنہائی

اور ظہرانے ایک ایک کر کے منسوخ ہو گئے تو وہ وطن لوٹ آئے۔ یہاں آ کر دلیل دی کہ ''میں بھارتی میڈیا پر اپنا موقف پیش کرنے کے لیے رکا ہوا تھا''۔ یہ گھڑی ہم پر آنا ہی تھی۔ یہ گھڑی اسی وقت ہمارا مقدر ہو گئی تھی جب اپنے عوام کو کیڑے مکوڑے سمجھنے اور اپنی پارلیمنٹ کو ''مکے'' دکھانے والے پرویز مشرف نے کولن پاول کے ایک ٹیلیفون کال کی دہلیز پر ماتھا ٹیک دیا تھا۔ 2002ء کے انتخابات کے بعد وجود میں آنے والا سیاسی ڈھانچہ تو خود مرگ خودی کا نوحہ تھا۔ وہ مشرف کو لگام نہ ڈال سکا۔ فروری 2008ء کے انتخابات میں عوام نے ایک دوٹوک اور غیر مبہم فیصلہ دیا لیکن نئے سیاسی جمہوری بندوبست نے بھی امریکہ کی چاکری کو ہی وسیلہ حکمرانی سمجھا۔ آج عالم یہ ہے کہ ہماری عالمی تنہائی شرمناکی کی حدوں کو چھو رہی ہے۔ بھارت اس سے قبل بھی اس نوع کی دو کوششیں کر چکا تھا لیکن سلامتی کونسل کی دو قراردادوں کو چین نے ویٹو کر دیا۔ اب کے ہمارے خلاف آنے والے فیصلے پر چین کی مہر بھی ثبت ہے۔ کسی ایک رکن نے بھی ہمارا ساتھ نہ دیا۔ مجھے یقین ہے کہ پاکستان سلامتی کونسل کا رکن ہوتا تو موجودہ حکومت اپنے نمائندے کو بھی قرارداد کے حق میں ووٹ ڈالنے کا حکم دیتی۔

افتاد کی گھڑی میں مصیبت زدگان کے غم بانٹنے اور ان کی مدد کرنے والی فلاحی اور رفاہی تنظیمیں بھی دہشت گردی کے جہنم میں جھونک دی گئیں۔ ہماری معتبر شخصیات کسی ثبوت کے بغیر دہشت گرد قرار پائیں اور جیلوں میں ڈال دی گئیں۔ ہانکا لگانے والے ہمیں مطلوبہ مقام تک لے آئے ہیں۔ اگر ہمارا انداز حکمرانی یہ ہے تو دیکھتے جایئے کہ اور کس کس کی گردن میں دہشت گردی کا طوق ڈلتا ہے اور مزید کون کون سی تنظیمیں امن عالم کے لیے خطرہ قرار پاتی ہیں۔ (بشکریہ روزنامہ ''جنگ'')

تنظیمی اطلاع

مقامی تنظیم شاہ فیصل/ملیر ٹاؤن کراچی کے امیر جناب اعجاز لطیف حلقہ کراچی جنوبی کے ناظم تربیت مقرر کیے گئے ہیں۔ مذکورہ تنظیم کے امیر کی تقرری کے امیر تنظیم اسلامی نے رفقاء کی آراء مقامی امیر اور امیر حلقہ کی سفارش کو پیش نظر رکھتے ہوئے مشورہ کے بعد جناب عبدالجلیل کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا ہے

بچوں کے اخلاق کو مہذب بنانے کا طریقہ

امام ابو حامد غزالیؒ

بچوں کی اخلاقی تربیت ایک اہم فریضہ ہے۔ بچہ والدین کے پاس (اللہ کی) امانت ہوتا ہے۔ بچے کا دل صاف ستھرا اور سادہ و معصوم ہوتا ہے اور اس کی سطح پر کوئی نقش نہیں ہوتا۔ اور پھر اس کی سطح پر جو نقش بھی کر دیا جائے وہ اسے قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اگر اسے خیر کی تعلیم دی جائے اور نیک اعمال کا عادی بنا دیا جائے تو اس کی نشوونما خیر اور نیک اعمال پر ہوگی اور وہ خود بھی دین و دنیا کی سعادتیں حاصل کرے گا اور اس کے والدین اور معلمین بھی اجر و ثواب میں شریک ہوں گے۔ اسی طرح اگر اسے برائی کا عادی بنایا جائے اور جانوروں کی طرح اس سے غفلت اور لاپرواہی برتی جائے تو وہ خود بھی دنیا و آخرت کی شقاوتیں سمیٹے گا اور والدین بھی اس کی سزا بھگتیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا﴾ (التحریم:6)

''اے ایمان والو تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ''۔

جب ماں باپ اپنے بچوں کو دنیا کی آگ سے بچاتے ہیں تو آخرت کی آگ سے بچانا بطریق اولیٰ ضروری ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ بچہ کو ادب سکھایا جائے، اس کے اخلاق کی تہذیب و تربیت کی جائے۔ اسے بری صحبت سے دور رکھا جائے۔ آرام طلبی اور عیش و عشرت کے اسباب کو اس کی نظر میں حقیر بنایا جائے، تاکہ وہ ابدی ہلاکت سے محفوظ رہے۔ بچہ کی تربیت روز اول سے ہی ضروری ہے۔ چنانچہ اس کی پرورش اور رضاعت کے لیے نیک اور دیندار عورت متعین کی جائے جو حلال رزق کھاتی ہو۔ جب بچہ میں قوت تمیز اور شعور پیدا ہو جائے تو اس کی نگہداشت کی ضرورت پہلے سے بڑھ جاتی ہے۔ شعور کی ابتدا اس وقت ہوتی ہے جب بچے میں حیا کا جوہر ظاہر ہو جائے۔ بچہ بعض افعال حیا و شرم کے باعث چھوڑ دیتا ہے۔ بچے میں اس کا ظہور اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے اور ایک ایسی بشارت ہے جو اخلاق کے اعتدال اور قلب کی صفائی پر دلالت کرتی ہے۔ حیادار بچے سے اعراض برتنا مناسب نہیں ہے بلکہ اس کی حیا کو اس کی تعلیم و تربیت کے بارے مددگار سمجھنا چاہیے۔

بچے پر سب سے زیادہ غلبہ کھانے کی خواہش کا ہوتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے بچے کو کھانے کے آداب سکھائے جائیں، کہ کھانا دائیں ہاتھ سے کھائے، کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ کہے، اپنے سامنے سے کھائے، اور دوسروں سے پہلے کھانا شروع نہ کرے، کھانے کو گھور کر نہ دیکھے، اور نہ کسی کو کھاتے ہوئے گھورے۔ کھانے میں جلدی نہ کرے، اچھی طرح چبا کر کھائے،

> بچوں کو یہ ادب سکھانا بھی ضروری ہے کہ جب کوئی بڑا بول رہا ہو تو اس کی بات غور سے سنیں اور بڑا مجلس میں آ جائے تو اپنی جگہ سے اٹھ جائیں، آنے والے کو جگہ دیں اور اس کے سامنے ادب سے بیٹھیں

پے در پے لقمے نہ اٹھائے، اپنے ہاتھ ضرورت سے زیادہ نہ بھرے، نہ کپڑے خراب کرے۔ بچے کو کبھی کبھی روکھی روٹی کھانے کی عادت ڈالنی چاہیے تاکہ کسی وقت سالن نہ ہو تو پریشانی نہ اٹھانی پڑے۔ بچے کے سامنے بسیار خوری کی مذمت کرنی چاہیے اور اسے بتایا جائے کہ زیادہ کھانا جانوروں کا شیوہ ہے۔ اور اسے یہ سمجھایا جائے کہ اچھے بچے زیادہ نہیں کھاتے، نیز بچے کے سامنے ان بچوں کی تعریف و توصیف کرتے رہنا چاہیے جو زیور ادب سے آراستہ ہیں اور کم کھاتے ہیں۔ بچے کو اس بات کی تلقین کرنی چاہیے کہ وہ کھانے کے معاملہ میں ایثار سے کام لے، کم پر قناعت کرنے کی عادت ڈالے، اور کھانے کی زیادہ پروا نہ کرے اور کھانا جیسا کیسا بھی ہو، صبر و شکر سے کھائے۔

بچے کو سفید کپڑے پہننے کی عادت ڈالنی چاہیے اور اسے بتلانا چاہیے کہ رنگین اور بھڑک دار ریشمی کپڑے عورتیں پہنتی ہیں۔ مردوں کو اس طرح کا لباس زیب نہیں دیتا۔ جو بچے زنانہ لباس میں ملبوس نظر آئیں، اپنے بچے کے سامنے ان کی برائی کرنی چاہیے اور اپنے بچے کو ان لڑکوں کی صحبت سے بچانا چاہیے جنہیں آرام طلبی کی عادت ہو اور بھڑکیلے لباس پہننے کا شوق ہو بلکہ ایسے لوگوں سے بھی اپنے بچوں کو ملنے نہ دیا جائے جو اس کے دل میں اس طرح کا شوق پیدا کرنے کا باعث بنیں۔

اگر شروع ہی سے بچے کی اصلاح و تربیت پر توجہ نہ دی جائے تو اس میں بے شمار برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس میں جھوٹ، حسد، چوری، چغل خوری، فضول خرچی، بے ہودہ ہنسی مذاق اور لڑنے جھگڑنے کی عادات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کی ابتدائی تربیت کا تعلق گھر سے ہے۔ اس کے بعد بچے کو مکتب میں بھیجنا چاہیے تاکہ قرآن کریم اور اکابر اولیاء اللہ کے واقعات اور حکایات کا علم حاصل کرے، تاکہ اس کے دل میں نیک لوگوں کی محبت جاگزیں ہو جائے۔ بچے کو عشق و محبت کے فرسودہ مضامین پر مشتمل اشعار نہ پڑھنے دیے جائیں، کیونکہ یہ چیز بچوں کے دلوں میں فساد کا بیج بوتی ہے۔ پھر اگر بچہ کوئی قابل تحسین کام کرے تو اس کو داد دینی چاہیے اور اسے انعام بھی دینا چاہیے اور لوگوں میں بھی بچے کی تعریف کرنی چاہیے۔ اگر بچے سے اتفاقاً کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو چشم پوشی سے کام لینا چاہیے اور دوسروں کے سامنے بھی اس کے راز سے پردہ نہ اٹھانا چاہیے، خاص طور پر جب بچہ اپنی غلطی خود چھپانا چاہتا ہو۔ تاہم اگر بچہ جان بوجھ کر اور بار بار غلطی کرتا ہے تو اس سے چشم پوشی اور غفلت نہیں کرنی چاہیے، بلکہ اس کی اصلاح کی جائے۔ بچے کو اگر یہ بات معلوم ہو جائے کہ غلطی سے واقف ہونے کے باوجود مجھے کچھ نہیں کہا گیا تو وہ اسے اپنی عادت بنا لیتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ بری حرکات پر جری ہو جاتا ہے۔ اگر وہ اس غلطی کا اعادہ کرے تو چاہیے کہ آدمی بچے کو تنہائی میں تنبیہ کرے اور اسے سختی سے تاکید کرے کہ وہ آئندہ اس غلطی کا مرتکب نہ ہو، ورنہ لوگوں میں تمہاری رسوائی ہوگی۔ بچے کو ہر وقت ملامت کا ہدف نہ بنائے رکھیے۔ بچوں کے دلوں میں ماں باپ کا اتنا ادب اور خوف اتنا ہونا چاہیے کہ ماں انہیں باپ کے حوالہ سے ڈرا سکے اور

برائیوں سے باز رکھ سکے۔

نیز بچے کو دن میں سونے سے منع کرنا چاہیے کیونکہ دن میں سونے سے سستی پیدا ہوتی ہے۔ البتہ رات میں سونے سے منع نہ کیا جائے۔ بچوں کو نرم بستروں پر سلانے کی بجائے سخت اور کھردرے بستر پر سونے کی عادت ڈالنی چاہیے تاکہ اعضاء سخت رہیں اور اس کے جسم کو فربہ کرنے کی کوشش نہ کی جائے، کیونکہ فربہ بدن آدمی عیش پسند ہوتا ہے۔ بستر لباس اور کھانے میں سادگی کی عادت ڈالنی چاہیے۔ بچہ جو کام چھپ کر کرنا چاہے اس سے روکا جائے، کیونکہ بچہ وہی کام چھپ کر کرتا ہے، جسے وہ اپنے خیال میں برا تصور کرتا ہے۔ اگر اسے چھپ کر کام کرنے کی آزادی دی گئی تو وہ برے افعال کا عادی ہو جائے گا۔ دن کے کسی حصہ میں اسے چلنے پھرنے اور ورزش کرنے کی مہلت بھی دینی چاہیے تاکہ اس پر سستی غالب نہ ہو۔ بچے کو سمجھایا جائے کہ وہ اپنے اعضاء نہ کھولے، دوڑ کر نہ چلے، اگر بچے کے والدین کسی خاص چیز کے مالک ہوں تو اپنے ہمعصروں میں اس پر فخر نہ کرے، خواہ وہ چیز کھانے پینے سے متعلق ہو، یا لباس سے متعلق ہو، بلکہ بچے کو تواضع، انکساری، اور رفقاء کے اکرام اور ہر شخص کے ساتھ لطف و مہربانی سے پیش آنے

ہے۔ لینے میں نہیں ہے۔ کسی سے کچھ لینا ذلت، خساست اور کمینگی ہے اور یہ کتے کا شیوہ ہے، کیونکہ کتا ہی ایک لقمہ کی خاطر دم ہلاتا پھرتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ بچوں کو سو[redacted] چاندی کی محبت اور طمع سے منع کرنا چاہیے اور ان چیز[redacted] سے اس طرح ڈرانا چاہیے جس طرح سانپ بچھو سے [redacted] جاتا ہے کیونکہ سونے چاندی کی محبت کا ضرر زہر کے ضرر سے زیادہ ہے اور اس میں بچوں ہی کی تخصیص نہیں ہے بلکہ بڑوں کا بھی یہی حال ہے۔

بچوں کو یہ عادت بھی ڈالنی چاہیے کہ وہ بیٹھنے کی جگہوں پر تھوکنے سے گریز کریں، دوسروں کے سامنے ناک صاف نہ کریں اور جمائی نہ لیں، کسی کی طرف پشت نہ کریں، مجلس میں ایک پاؤں پر دوسرا پاؤں نہ رکھیں، نہ ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھیں، نہ ہاتھ کو تکیہ بنائیں، یہ سب امور سستی کی علامتیں ہیں۔ بچوں کو بیٹھنے کا طریقہ سکھایا جائے، زیادہ بولنے سے منع کیا جائے، اور انہیں بتلایا جائے کہ زیادہ بولنا بے شرمی کی بات ہے اور یہ کمینوں کی عادت ہے۔ بچوں کو قسمیں کھانے سے بھی منع کرنا چاہیے خواہ وہ جھوٹی ہوں یا سچی، ایسا نہ ہو کہ بچہ کم عمری میں قسمیں کھانے کا عادی بن جائے۔ بچوں کو یہ ادب سکھانا بھی ضروری ہے کہ جب کوئی بڑا بول رہا ہو تو اس کی بات غور سے سنیں اور بڑا مجلس میں آجائے تو اپنی جگہ سے اٹھ جائیں، آنے والے کو جگہ دیں اور اس کے سامنے ادب سے بیٹھیں۔

بچوں کو فحش گوئی، لعن طعن اور گالی گلوچ سے منع کرنا چاہیے بلکہ ان لوگوں کی صحبت سے بھی ان کو بچانا چاہیے جن کی زبانیں اس طرح کی بری باتوں سے آلودہ رہتی ہوں، کیونکہ برے ہم نشینوں کی بری عادات بچوں پر جلد اثر انداز ہوتی ہیں۔ بچوں کی تربیت و تادیب میں اصل یہی ہے کہ انہیں بری صحبت سے بچانا چاہیے۔ پڑھائی سے فارغ ہونے کے بعد بچہ اگر کھیلنے کا خواہش مند ہو تو اسے منع نہ کیا جائے جبکہ وہ کھیل اچھا ہو کیونکہ مکتب کی تھکن کھیل سے دور ہوتی ہے۔ بچے کو کھیل سے روکنا اور ہمہ وقت پڑھائی میں لگائے رکھنا اس کی صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔ اس سے بچے کا دل مردہ ہو جاتا ہے، ذکاوت متاثر ہوتی ہے، اور اسے زندگی بدمزہ معلوم ہونے لگتی ہے، وہ پھر کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح اس سے دائمی نجات حاصل کرلے۔

بچے کو اپنے والدین، اساتذہ اور تربیت کرنے والوں اور بڑوں کی اطاعت کا عادی بھی بنانا چاہیے، خواہ وہ بڑے اپنے ہوں یا پرائے۔ اسے بتلایا جائے کہ بڑوں کا احترام و اکرام ضروری ہے، جب بڑے موجود ہوں تو کھیلنا بند کر دے۔ جب بچہ سمجھدار ہو جائے تو پاکی اور نماز کے چھوڑنے پر چشم پوشی نہ کرے اور رمضان کے کچھ روزے بھی رکھوائے جائیں۔ شریعت کے ان احکام سے بھی اسے مطلع کیا جائے جن کی اسے ضرورت پیش آئے۔ اسے چوری، حرام خوری، خیانت، جھوٹ اور فحش گوئی سے ڈرانا چاہیے۔ اگر بچپن ہی میں بچے کی تربیت ان بنیادوں پر ہو تو بلوغت کے قریب اسے ان امور کے اسرار بھی بتلا دینے چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بچوں کو عشق و محبت کے فرسودہ مضامین پر مشتمل اشعار نہ پڑھنے دیئے جائیں،

کیونکہ یہ چیز ان کے دلوں میں فساد کے بیج بوتی ہے

النصر لیب

ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ایکسرے، ای۔سی۔جی اور الٹرا ساؤنڈ کی جدید اقسام
کلرڈاپلر، T.V.S، 4-D، ایکو کارڈیوگرافی اور Lungs Function Tests کی سہولیات

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹرز کی زیر نگرانی
تصدیق شدہ ادارہ
ISO 9001:2000

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر
عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

خصوصی پیشکش

الٹرا ساؤنڈ (پیٹ)، Lungs Function Tests، ایکسرے (چیسٹ) ای سی جی، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ (Elisa Method)، مکمل بلڈ، اور مکمل یورن، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر، گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد بلڈ ٹیسٹ شامل ہیں۔

صرف -/2500 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

نوٹ: لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

950-B فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ لاہور

Ph:5163924, 5170077 Fax:5162185
Mob:0300-8400944, 0301-8413933 E-mail:info@alnasarlab.com

شرمناک تنہائی

عرفان صدیقی

ہانکا لگانے والے بالآخر ہمیں گھیر گھار کر اس مقام تک لے آئے ہیں کہ سارے راستے بند دکھائی دیتے ہیں اور شکاریوں کا گروہ بندوقیں تانے سامنے کھڑا ہے۔ گزشتہ نو برس کے ڈھلوانی سفر پر نظر رکھنے والوں کے لیے یہ منظر نامہ حیرت کا باعث نہیں۔ وہ پہلے دن سے کہہ رہے تھے کہ تاریک راہوں کا یہ سفر ہمیں انھی اندھی منزلوں تک لے جائے گا۔ مشرف انہیں تحقیر سے ناسمجھ کالم نگار کہا کرتا تھا لیکن آج ان کا ہر اندیشہ حقیقت میں ڈھلتا دکھائی دیتا ہے اور پاکستان ایسی عالمی تنہائی کا شکار ہو چکا ہے کہ وحشتیں بھی پناہ مانگتی ہیں۔

حافظ محمد سعید، ذکی الرحمٰن لکھوی اور برسوں قبل امریکہ کی دست برد سے بہت دور نکل جانے والے حاجی محمد اشرف دہشت گرد قرار پائے۔ درجنوں کی نظر بندی اور زبان بندی کے احکام جاری ہو گئے۔ تین رفاہی تنظیموں جماعت الدعوۃ، الرشید ٹرسٹ اور الاختر ٹرسٹ کا ناتا بھی دہشت گردی سے جوڑ دیا گیا۔ تینوں پر پابندی لگا دی گئی۔ ان کے دفاتر سربمہر اور اثاثے منجمد ہو گئے۔ یہ اس سامراج کی قوت وحشت کا ادنٰی سا مظاہرہ ہے جو ایک خونخوار عفریت کی طرح کرہ ارض پر مسلط ہے۔ جس نے اپنے اہداف و مقاصد کی تکمیل کے لیے اپنی لغت، اپنا فلسفہ قانون، اپنا نظام انصاف اور اپنا ضابطۂ اخلاقیات وضع کر رکھا ہے۔ وہ خود ہی مدعی، خود ہی گواہ، خود ہی وکیل اور خود ہی منصف ہے۔ اس کے فیصلے کے خلاف کسی دلیل، کسی اپیل اور کسی تاویل کی کوئی گنجائش نہیں۔ کسی کو جرأت اظہار ہے نہ تاب انکار نہ مجال تکرار۔

کسی کو یہ دعویٰ نہیں کہ ہمارا معاشرہ ہر نوع کی خرابیوں سے پاک ہے۔ بلاشبہ ہمیں کئی بیماریاں لاحق ہیں۔ یہ بیماریاں برسہا برس گزرنے کے بعد روگ بن چکی ہیں۔ خون چاٹنے والے جرثومے، ہڈیوں کے گودے تک پہنچ گئے ہیں۔ وردی پوش مسیحاؤں کی حکمرانی نے ریاستوں کو استحکام بخشنے والا کوئی تہذیبی قرینہ سلامت ہی نہیں چھوڑا۔ ادارے بن پائے، نہ مہذب ریاست کا چہرہ نکھر سکا۔ پس پردہ بیٹھے ساحروں نے اپنی ساحری کو حرف آخر جانا، اپنی دانش کو بے مثل سمجھا۔ اپنی صوابدید کے مطابق قومی ترجیحات کا تعین کیا۔ ان ترجیحات کے لیے خود ہی حکمت عملی تراشی۔ اس حکمت عملی کو خود ہی عملی کا جامہ زیبا پہنایا۔ براہِ راست حکمرانی کے دنوں میں براہ راست اور بالواسطہ حکمرانی کے موسموں میں بالواسطہ حساس معاملات اور نازک پالیسیوں کو اپنی مٹھی میں لیے رکھا۔ جب اس فکر و دانش اور حکمت عملی کے نتیجے میں چار سو کانٹوں کی فصل لہلہانے لگی تو قوم کو آواز دی گئی کہ اب بھگتو۔ جس معاشرے میں ریاست کے اندر ذیلی ریاستیں بن جائیں اور وقت کے ساتھ ساتھ یہ ذیلی ریاستیں نہ صرف ریاست پر حاوی ہو جائیں بلکہ اسے یرغمال بنا لیں، وہاں اس طرح کی سرمئی دھند مستقل ٹھکانہ بنا لیتی اور سارے خوش رنگ منظروں کو دھندلا دیتی ہے۔ ہم اسی کیفیت میں مبتلا ہیں۔ کچھ بھائی نہیں دے رہا کہ کس کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے اور کون سے چہرے کے پیچھے کس کا چہرہ چھپا ہے۔ بے چہرگی کا یہ موسم ایک لمبے عرصے سے جاری ہے۔ عمل، عامل اور معمول ایک دوسرے میں یوں ضم ہو گئے ہیں کہ ذمہ داری اور ذمہ دار کا تعین ممکن ہی نہیں رہا۔ وقت آ گیا ہے کہ ہم خود فریبی کے سنہری جال سے خود کو نکالیں۔ اخلاص نیت کے ساتھ اپنے گھر کی خبر لیں۔ یہ اپنے آپ سے وفا اور ملکی بقا کا اولین تقاضا ہے اور اس سے انحراف مہلک ثابت ہو سکتا ہے۔

خود احتسابی کی مشق کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ ہم ہر آن گھیرے ہوتے، بحرانوں اور پیہم بڑھتے طوفانوں کا جائزہ لیں اور سوچیں کہ کیا بین الاقوامی دباؤ کے سامنے اس طرح کی عاجزانہ انکساری اور فدویانہ اطاعت گزاری سے ہماری تقدیر بدل جائے گی؟ کیا ہماری پیٹھ پر مسلسل تازیانے برسانے، ہماری عزت نفس سے کھیلنے، ہمیں جھکتے چلے جانے پر مجبور کرنے اور ہمیں خس و خاشاک کا ڈھیر بنانے کے جنوں میں مبتلا عالمی اوباش تین پاکستانی شخصیات اور تین پاکستانی تنظیموں کا لہو پی کر مطمئن ہو جائیں گے؟ کیا وہ ہمیں کولہو میں بیلنے کا سلسلہ جاری نہیں رکھیں گے؟

ممبئی دھماکوں کا رشتہ آن واحد میں پاکستان سے جڑ گیا۔ جس طرح نائن الیون کے ایک گھنٹے کے اندر اندر اسامہ بن لادن کو نشانے پہ دھر لیا گیا تھا، اسی طرح ابھی تاج ہوٹل کی راہداریوں میں فائرنگ کا سلسلہ جاری تھا کہ تمام نتائج اخذ کر لیے گئے۔ برطانیہ اور یورپی یونین، سب نے آنکھیں بند کر کے بھارت کا موقف قبول کر لیا۔ سب من موہن سنگھ کے لہجے میں پرناب مکھرجی کی زبان بولنے لگے۔ شرق و غرب کی تمام کمین گاہوں میں بیٹھے تیر اندازوں کے تیر ہم پر برسنے لگے۔ بھری دنیا میں کوئی نہ تھا جو ہماری سنتا۔ کوئی ہم سے پوچھتا بھی تو ہم کیا بتاتے؟ ہمارے حکمرانوں کو خود علم نہ تھا کہ ان کا موقف کیا ہے۔ چابی والے کھلونوں کی طرح وہ لب ہلانے سے پہلے چابی کے منتظر تھے۔ 25 نومبر کی واردات کے بعد حکومت کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ کسی کو کچھ معلوم نہ تھا کہ پاکستان کا ردعمل کیا ہونا چاہیے۔ ردعمل ایک ذمہ دار اور خوددار ریاست کے سانچے میں ڈھل ہی نہ پایا۔ بلند منصبوں پہ بیٹھے لوگ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ کسی دوست ملک سے رابطہ کیا گیا، نہ سفارتی محاذ پر کسی سرگرمی کا مظاہرہ ہوا، نہ دنیا سے کہا گیا کہ وہ اس عجلت کا مظاہرہ نہ کرے۔ اس دوران دو بے ذوق ڈرامے تخلیق ہوئے۔ پہلا آئی، ایس، آئی کے سربراہ کو بھارت بھیجنے اور دوسرا کسی مکھرجی کی ٹیلیفون کال کا۔ دونوں ڈراموں کا محرک ایک ہی تھا۔ وفاقی سطح پر کسی مضبوط حکومتی نظم کا فقدان اور فیصلہ سازی کے ادارہ جاتی عمل کی عدم موجودگی۔ اس دوران بھارت نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ اس کے سفارت کار پھیل گئے۔ سیکرٹری خارجہ دوڑے دوڑے امریکہ جا پہنچے۔ نتیجہ یہ کہ کرۂ ارض کا گنبد بھارتی موقف کی بازگشت سے گونجنے لگا۔ ہمارے وزیر خارجہ دعوتوں کے انتظار میں نئی دہلی بیٹھے رہے۔ جب عشائیے

(باقی صفحہ 12 پر)

تبصرۂ کتب

تبصرہ نگار: ابو عمر عسکری

ماہنامہ "حکمت بالغہ" جھنگ

مدیر: انجینئر مختار فاروقی

قرآن اکیڈمی، جھنگ گورنمنٹ ایمپلائز کواپر

یٹو سوسائٹی لالہ زار کالونی نمبر 2 جھنگ صدر

اس امر میں کسی مسلمان کو شک وشبہ نہیں ہو سکتا کہ ملت اسلامیہ کے جملہ مسائل کا حل قرآن حکیم ہی سے میسر آ سکتا ہے۔ اس لیے قرآنی حکمت و بصیرت کی اشاعت و ترویج وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اس کے لیے مختلف ذرائع و وسائل اختیار کیے جا سکتے ہیں جن میں سے ایک اہم اور مؤثر ذریعہ رسائل و جرائد کا ہے۔

فی زمانہ جو پرچے قرآن مجید کے علوم و معارف کی نشر و اشاعت میں سرگرم ہیں، ان میں ماہنامہ حکمت بالغہ بھی نمایاں مقام کا حامل ہے۔ اس کے مدیر جناب انجینئر مختار فاروقی ہیں جو انجمن خدام القرآن جھنگ کے صدر ہیں۔ جناب فاروقی صاحب علمی وفکری موضوعات پر بولنے اور لکھنے کی بھرپور صلاحیت سے مالا مال ہیں جیسا کہ ماہنامہ حکمتِ بالغہ میں ان کی نگارشات سے اندازہ ہوتا ہے۔

"حکمت بالغہ" کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اختلافی مسائل پر بحث نہیں کی جاتی بلکہ مفید علمی و تحقیقی موضوعات زیر بحث آتے ہیں۔ اس کے مطالعے سے مختلف دینی عنوانات پر قابل قدر اور فائدہ مند معلومات حاصل ہو سکتی ہیں اور ذہنی وفکری اعتبار سے قرآن کریم سے مستحکم تعلق پیدا ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس مؤقر رسالے کو اپنے گھر یا لائبریری میں مستقل جاری کرا لینا چاہیے۔ باری تعالیٰ جناب مختار فاروقی اور ان کے رفقاء کے علم و عمل میں برکت دے اور انہیں دین مبین کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق مرحمت فرمائے۔

☆☆☆☆☆

نام کتاب: **اسماء اللہ عزوجل** (قرآن وحدیث کے مطابق)

مؤلف: رشید اللہ یعقوب

ناشر: رحمۃ للعالمین ریسرچ سنٹر

مکان نمبر 8، اسٹریٹ 3، زمزمہ کلفٹن، کراچی 75600، فون: 5877561

دنیوی و اخروی فلاح و سعادت کا حصول ایمان اور عمل صالح ہی سے ممکن ہے۔ عمل صالح کی حقیقی بنیاد ایمان ہے۔ ایمان کے چھ ارکان حدیث نبوی ﷺ میں بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن غور کیا جائے تو معلوم ہوگا اصل رکن ایمان باللہ ہے۔ دیگر تمام امور پر اس لیے ایمان لایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تسلیم کرنے کا تقاضا کیا ہے۔

ایمان باللہ میں بنیادی شے توحید کا اقرار ہے۔ اہل علم نے قرآن وسنت کی نصوص کی روشنی میں توحید کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔

1۔ توحید ربوبیت یعنی خلق، تدبیر اور ملک میں خدا کو یکتا جاننا۔
2۔ توحید الوہیت، یعنی خدا ہی کو تنہا مستحق عبادت سمجھنا
3۔ توحید اسماء وصفات یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو اسماء وصفات خدا کے لئے ثابت کیے ہیں ان پر بلا تمثیل وتشبیہ ایمان لانا اور خاص معانی میں انہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مختص جاننا۔

یہ تینوں قسمیں اپنی جگہ اہم اور ضروری ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں عموماً ربوبیت اور الوہیت کے پہلوؤں کی تو وضاحت کی جاتی ہیں۔ لیکن اسماء وصفات کی جہت سے غفلت برتی جاتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا صحیح تعارف محض اسماء وصفات ہی کی معرفت پر منحصر ہے۔ اس لحاظ سے جناب رشید اللہ یعقوب شکریے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ پر انتہائی قابل قدر اور وقیع تحقیقی کام کیا ہے۔ عربی زبان میں تو اس موضوع پر اگرچہ کافی مواد موجود ہے لیکن اردو زبان میں اتنا تفصیلی اور تحقیقی لٹریچر دستیاب نہیں۔

جناب رشید اللہ یعقوب کی کتاب اسماء اللہ عزوجل، کا دوسرا حصہ ہمارے پیش نظر ہے جس میں انہوں نے باری تعالیٰ کے تین صد انیس اسماء مبارکہ کی تخریج کی ہے اور وہ مصادر و ماخذ ذکر کیے ہیں جہاں یہ اسماء مذکور ہیں۔ موصوف نے جس تفحص واستقصاء کا اہتمام کیا ہے، اس سے ان کی محنت شاقہ کا اندازہ ہوتا ہے بالخصوص جبکہ وہ باقاعدہ عالم دین بھی نہیں لیکن دینی لگن اور ولولے کا اعجاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے اتنا بڑا کام لے لیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ کتاب کے مطالعے سے جہاں قارئین کے علم میں اضافہ ہوگا وہیں اللہ تعالیٰ کے مختلف صفات کے ادراک سے ایمان باللہ اور تعلق باللہ میں بھی مضبوطی پیدا ہوگی۔

مؤلف لفظ "خدا" کے بارے میں کافی حساس ہیں جیسا کہ انہوں نے مقدمہ میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اس سے اجتناب کیا ہے اور جہاں ترجموں میں خدا کا لفظ تھا وہ انہوں نے اللہ سے تبدیل کر دیا۔ بے شبہ لفظ خدا عربی کا نہیں بلکہ فارسی زبان کا ہے لیکن اللہ کے ترجمے کے طور پر اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ عقیدہ درست ہو۔ آخر ہم رحمٰن کا ترجمہ بھی مہربان کرتے ہیں۔ یہ بھی فارسی کا لفظ ہے۔ لہٰذا اصل شے عقیدہ ہے، وہ اگر درست ہو تو لفظ خدا کے استعمال میں چنداں مضائقہ نہیں، جیسا کہ تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے۔

بہر حال کتاب انتہائی قابل قدر اور لائق مطالعہ ہے۔ معنوی خوبصورتی کے ساتھ ظاہری حسن سے بھی مالا مال ہے۔ باری تعالیٰ مصنف کی اس عظیم کاوش کو قبول فرمائے اور اہل اسلام کے نافع ومفید بنائے۔

☆☆☆☆☆

نام کتاب: **اسلامی حکومت کا فلاحی تصور**

مصنف: مولانا سعید الرحمٰن علوی

مرتب: مولانا عزیز الرحمٰن خورشید

قیمت: 120 روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ جمال، تھرڈ فلور، حسن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔

مولانا سعید الرحمٰن علوی مرحوم ایک پختہ فکر اور وسیع النظر عالم دین تھے۔ وہ ملکی وملی مسائل کے حوالے سے دور رس نگاہ رکھتے تھے۔ اور ان کے حل کے لیے قرآن وسنت کو اپنے

غور و فکر کا مرکز و محور سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مختلف مسائل، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عالمانہ گفتگو کی ہے۔ ان کی زیر تبصرہ کتاب ''اسلامی حکومت کا فلاحی تصور'' بھی ایسے علمی مضامین پر مشتمل ہے۔ مولانا علوی یہ مضامین مختلف اوقات میں لکھتے تھے جو اُن کی زندگی میں مختلف رسائل میں شائع ہوئے۔ ان کی خواہش تھی کہ انہیں یکجا کیا جائے۔ لیکن وہ خود اسے پورا نہ کر سکے اور خالق حقیقی سے جا ملے۔ ان کے برادر محترم مولانا عزیز الرحمٰن صاحب شکریے کے مستحق ہیں کہ ان مفید اور قیمتی جواہر پاروں کو مرتب کر کے افادۂ عوام و خواص کے لیے شائع کرا دیا۔ زیر نظر کتاب تین مضامین پر مشتمل ہے:

پہلا مضمون ''اسلامی حکومت کا فلاحی تصور'' کے عنوان سے ہے۔ اس میں مصنف نے رسول اکرم ﷺ کے زمانہ بعثت کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے اس امر کو اجاگر کیا ہے کہ آپؐ نے کس طرح عرب کے اس کج رو معاشرے کی اصلاح فرمائی اور ایک فلاحی انقلاب برپا کیا۔ مصنف نے دو امور پر بطور خاص روشنی ڈالی ہے۔ ایک معاشرتی اونچ نیچ کا خاتمہ اور دوسرے دولت کی منصفانہ تقسیم۔ مصنف کے بقول مال و دولت کے حوالے سے قرآن نے دو تصورات پیش کیے ہیں، اسلامی اور قارونی۔ قارونی رویہ یہ ہے کہ مال و دولت کو اپنی صلاحیتوں کا ثمر سمجھا جائے اور اسے راہ خدا میں خرچ کرنے کے بجائے بچا بچا کر رکھا جائے جبکہ اسلامی رویہ یہ ہے کہ مال و دولت کو عطیہ خداوندی سمجھتے ہوئے خلق خدا کی بھلائی کے لیے خرچ کیا جائے۔ مصنف کے بقول فلاحی معاشرے کا قیام اس صورت میں ممکن ہے جب وسائل معاش کی منصفانہ اور مساوی تقسیم کو یقینی بنایا جائے جو کہ خلیفہ کا بنیادی فریضہ ہے۔

دوسرے مضمون کا عنوان ہے: ''اقتصادی مسئلہ کا حل قرآن و سنت اور فقہ اسلامی کی رُو سے'' 45 صفحات پر مشتمل اس تفصیلی تحریر میں مصنف نے اقتصادی مسئلے کے حل پر بڑی سیر حاصل بحث کی ہے اور حجۃ الہند شاہ ولی اللہ دہلوی کے افکار سے بطور خاص استفادہ کیا ہے۔ مصنف کے بقول معیشت کے باب میں اسلامی تعلیمات کی روح یہی ہے کہ ''ایک طبقہ دنیا بھر کی دولت پر سانپ بن کر نہ بیٹھ جائے اور دولت و سرمایہ معاشرہ میں خوب پھیل جائے تاکہ عام انسانی برادری اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ یہی اقتصادی مسئلہ کا اسلامی حل ہے۔

تیسرے مضمون میں ''الحجر'' کے زیر عنوان حجر کی لغوی و شرعی تخصیص پیش کی گئی ہے۔ کتاب کے مندرجات سے مصنف کے علمی و تحقیقی پائے کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہر بات مدلل اور مبرہن ہے اور انداز انتہائی شگفتہ اور دلچسپ ہے۔ مزید برآں ادبی چاشنی بھی موجود ہے۔ الغرض کتاب انتہائی مفید اور لائق مطالعہ ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

- تنظیم اسلامی کے سینئر رفیق اور حلقہ بالائی سندھ کے امیر غلام محمد سومرو کی بھتیجی جو محترم خالد سومرو کی بہو بھی تھی وفات پا گئیں
- تنظیم اسلامی گلشن اقبال کراچی کے رفیق جناب نجیب بھٹی کے والد وفات پا گئے
- تنظیم اسلامی لاہور وسطی کے رفیق حافظ ذوہیب طیب کے تایا وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ رفقائے تنظیم اسلامی اور قارئین ندائے خلافت سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے

پریس ریلیز 16 دسمبر 2008ء

ممبئی دہشت گردی پر حکومت پاکستان کے معذرت خواہانہ رویہ کی شدید مذمت

تنظیم اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ نے اپنے حالیہ اجلاس میں ممبئی میں ہونے والی دہشت گردی پر بھارتی ردِعمل اور حکومت پاکستان کے معذرت خواہانہ رویہ کی شدید مذمت کی ہے۔ یہ اجلاس گزشتہ روز امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کی زیرِ صدارت تنظیم اسلامی کے مرکزی دفتر گڑھی شاہو لاہور میں منعقد ہوا۔ اراکین شوریٰ نے کہا کہ ایک طرف حکومت پاکستان کا دعویٰ ہے کہ بھارت نے ابھی تک ہمیں کسی قسم کے ثبوت فراہم نہیں کئے، دوسری طرف جماعت الدعوۃ کی قیادت اور کارکنوں کی اندھادھند گرفتاریاں کی جارہی ہیں۔ اُن کے دفاتر مقفل کردیئے گئے ہیں، یہاں تک کہ جماعت کے زیرِ اہتمام سکول، مدرسے اور ہسپتال بھی سیل کردیئے گئے ہیں جس سے عوام کو شدید مصائب کا سامنا ہے۔ اراکین شوریٰ نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ بھارتی جنگی طیاروں نے پاکستانی سرحدوں کی خلاف ورزی کی تو ہماری اعلیٰ ترین قیادت نے بھارت کی وکالت کرکے یہ مضحکہ خیز مؤقف اختیار کیا کہ فضائی حدود کی خلاف ورزی ایک ٹیکنیکل غلطی تھی۔ اراکین شوریٰ نے کہا کہ حکومت اور اقوام متحدہ نے 2005 کے خوفناک زلزلہ میں جماعت الدعوۃ کی خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا تھا۔ سوال یہ ہے کہ انسانی خدمت پر مامور فلاحی تنظیم دہشت گرد کس طرح بن گئی۔ تنظیم اسلامی نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ جماعت الدعوۃ کے گرفتار شدگان کو فوری طور پر رہا کیا جائے اور بھارت کے الزامات اور مطالبات کا جواب دیتے ہوئے قومی وقار اور سلامتی کو مدنظر رکھا جائے۔ وگرنہ Do more کی رٹ پہلے امریکہ نے لگائی ہوئی تھی اب ہر دوسرے روز یہ مطالبہ بھارت کیا کرے گا اور ہماری ذلت و رسوائی میں رہی سہی کسر بھی پوری ہو جائے گی۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

شرک کی حقیقت اور اس کی اقسام سے واقفیت، اور دورِ حاضر کے شرک سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے مطالعہ کیجیے:

حقیقت و اقسامِ شرک

بانیٔ تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد

کے چند فکر انگیز خطابات

❁ معیاری کمپیوٹر کمپوزنگ ❁ عمدہ طباعت ❁ 128 صفحات

قیمت: اشاعت عام: 50 روپے اشاعت خاص: 90 روپے

شائع کردہ: **مکتبہ خدام القرآن لاہور**

36۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-5869501

بانی تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا دورہ کوئٹہ

بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب تین روزہ دورہ پر 8 نومبر 2008ء کو کوئٹہ پہنچے۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ دورہ اقراء فیض العلم اسکول کی دعوت پر حفاظ بچوں کی دستار بندی کے سلسلے میں تھا۔ اسکول ہذا کی کوئٹہ میں تین شاخیں ہیں جن میں تقریباً 900 بچے زیر تعلیم ہیں۔ اس دورے میں جو پروگرام ہوئے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

8 نومبر 2008ء کی شام بعد نمازِ عصر کوئٹہ تنظیم کے رفقاء سے ملاقات ہوئی، جس میں تقریباً 35 رفقاء نے شرکت کی۔ رفقاء نے بانی تنظیم اسلامی سے سوالات وغیرہ کیے، جن کے آپ نے مفصل جوابات مرحمت فرمائے۔ رات کا کھانا اسکول کے چیف ایگزیکٹو قاری محمد فیصل کے ہاں ہوا۔ دوسرے دن ڈاکٹر صاحب بارہ بجے شاہ گارڈن زرغون روڈ میں تشریف لے گئے، جہاں بچوں کی دستار بندی ہوئی۔ وہاں پر آپ نے سوا گھنٹہ خطاب فرمایا۔ مرد و خواتین اور طلبہ کی حاضری تقریباً 1000 کے لگ بھگ تھی۔ عصر سے عشاء تک احباب کے ساتھ ملاقات رہی جس میں احباب نے سوالات کیے، یہاں حاضری تقریباً 60 کے لگ بھگ تھی۔ جناب سید فضل آغا (سابق گورنر بلوچستان) نے رات کے کھانے پر مدعو کیا تھا۔ آغا صاحب تنظیم اسلامی کی فکر سے پوری طرح آگاہ ہیں اور اپنے طور پر فکر کو آگے بڑھاتے ہیں۔ انہوں نے کھانے پر تقریباً 20 افراد کو مدعو کر رکھا تھا۔ ان حضرات نے مختلف موضوعات پر بانی تنظیم سے سوالات کیے۔ اس موقع پر تنظیم کی فکر کے متعلق سیر حاصل گفتگو رہی۔ تیسرے دن 10 نومبر کو محترم ڈاکٹر صاحب کی لاہور واپسی ہوئی۔

(رپورٹ: محمد راشد گنگوہی)

تنظیم اسلامی نیو ملتان کے زیر اہتمام شب بیداری اور ایک روزہ

تنظیم اسلامی نیو ملتان کے زیر اہتمام مسجد الھدیٰ شاہ رکن عالم کالونی میں ماہانہ شب بیداری کا پروگرام منعقد ہوا۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز بعد نماز مغرب محمد سلیم اختر ناظم دعوت حلقہ جنوبی پنجاب کے درسِ قرآن سے ہوا۔ انہوں نے سورۃ العنکبوت کی ابتدائی آیات کی روشنی میں موجودہ دور فتن کی فتنہ انگیزیوں کا ذکر کیا اور ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اہل ایمان کی دینی ذمہ داریوں کو اُجاگر کیا۔ انہوں نے کہا کہ انسان کا مقصد تخلیق بندگی ہے لیکن آج اس مقصد پر کاربند رہنا حد درجہ مشکل ہو گیا ہے۔ درسِ قرآن کے بعد شہزاد احمد صدیقی نے ''جرنیل صحابہؓ'' نامی کتاب سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے حالات زندگی پڑھ کر سنائے۔ جنہیں سن کر رفقاء کے دلوں میں صحابہؓ کی عظمت، جہاد اور راہِ حق میں قربانی کے جذبہ کو مہمیز ملی۔ ہمیں ان نفوس قدسیہ کی سیرت و کردار کا مطالعہ جاری رکھنا چاہیے تاکہ ہمارے ایمانی جذبات اور قوت ارادی کو تقویت ملتی رہے۔ بعد نمازِ عشاء مولانا عزیز الرحمٰن ترابی نے درس حدیث دیا، جس میں اسلام، ایمان، حسن اخلاق پر گفتگو ہوئی۔ اس کے بعد ناظم مکتبہ تنظیم اسلامی نیو ملتان سید حامد اللہ نے ندائے خلافت سے ایک مضمون پڑھ کر سنایا۔ بعد ازاں بانی محترم کے درس کی وڈیو دکھائی گئی، جس میں آپ نے سورۃ النور کی آیات کی روشنی میں نورِ ایمان پر مفصل گفتگو کی۔ اجتماعی کھانے کے بعد کچھ رفقاء تنظیم نے مسجد ہی میں قیام فرمایا۔ چار بجے رفقاء نمازِ تہجد کے لیے بیدار ہوئے۔ انفرادی نوافل و تلاوت کلام مجید کے بعد نمازِ فجر ادا کی گئی۔

(مرتب: شوکت انصاری)

تنظیم اسلامی نیو ملتان کی زیر اہتمام ایک روزہ دعوتی پروگرام

23 نومبر کو تنظیم اسلامی نیو ملتان کے زیر اہتمام ایک روزہ دعوتی پروگرام ہوا۔ محمد عطاء اللہ خان نے سورۃ النساء کی چند آیات کا درس دیا۔ 8 بجے رفقاء کو ناشتہ پیش کیا گیا۔ ساڑھے آٹھ بجے قاری حفیظ الرحمٰن شاہ نے سورۃ النور کی آیت استخلاف کی تلاوت کی اور ترجمہ پیش کیا۔ اس کے بعد رفقاء کے خطابات ہوئے۔ عبادت رب کے موضوع پر طاہر اقبال نے بیان فرمایا۔ شہادت علی الناس کے موضوع پر جنید عبداللہ اور زبیر حفیظ نے گفتگوئیں کیں۔ اقامت دین کے موضوع پر سید فاروق احمد اور شہزاد احمد صدیقی نے بیان کیا۔ پونے گیارہ بجے چائے کا وقفہ ہوا۔ وقفہ کے بعد شرکاء محفل کا باہمی تعارف ہوا۔ اس کے بعد ماسٹر افضل حق نے ''ہم کیوں مسلمان ہوئیں'' نامی کتاب سے ایک نو مسلم خاتون کی آپ بیتی کا مطالعہ کرایا۔ ان کے ایمان افروز واقعات سن کر شرکاء بہت متاثر ہوئے۔ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(مرتب: شوکت حسین انصاری)

ماہانہ دعوتی و تربیتی اجتماع تنظیم اسلامی ماڈل ٹاؤن لاہور

تنظیم اسلامی ماڈل ٹاؤن لاہور ہر انگریزی ماہ کے تیسرے ہفتے ایک دعوتی و تربیتی اجتماع کا اہتمام کرتی ہے۔ اس دفعہ نقباء کے اجلاس میں یہ طے پایا کہ اس پروگرام کے لیے باقاعدہ عمومی دعوت کا اہتمام کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے 1500 پمفلٹ اور 5 پوسٹر چھپوائے گئے تھے۔ جمعہ کے روز قریب کی دو مساجد میں بعد از نماز جمعہ ہینڈ بلز تقسیم کیے گئے اور مختلف مساجد کے آس پاس پوسٹر بھی لگوائے گئے۔ بروز ہفتہ بعد از نماز عصر پہلے سے مرتب کردہ پروگرام کے مطابق رفقاء کی 9 ٹیمیں تشکیل دی گئیں، جنہوں نے قریبی مساجد اور ان سے ملحقہ دکانوں پر دعوت نامے تقسیم کیے۔ اس ماہ پروگرام کا انعقاد جامع مسجد قرآن اکیڈمی میں ہوا۔ جہاں بعد از نمازِ مغرب مرکزی ناظم دعوت و تربیت چوہدری رحمت اللہ بٹر نے ''ایمان باللہ'' کے موضوع پر تقریباً ایک گھنٹہ اظہار خیال فرمایا۔ شرکاء نے جو تقریباً 150 کی تعداد میں تھے، یہ خطاب انتہائی دلجمعی سے سماعت کیا۔ اس کے بعد حیاۃ صحابہؓ کے تذکرہ کا اہتمام کیا گیا۔ حافظ مطیع الرحمٰن نے ''حیات صحابہؓ کے درخشاں پہلو'' نامی کتاب سے سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کی زندگی کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی۔ بعد ازاں تمام شرکاء کو پانچ گروہوں میں بانٹا گیا، جن کے امراء کا تعین پہلے ہی ہو چکا تھا۔ انہوں نے ذوالحجہ کے پہلے عشرے اور عید الاضحیٰ کی اہمیت و احکام سے شرکاء کو آگاہ کیا اور پھر ان کے درمیان بنیادی نکات کی تکرار کروائی، تاکہ تمام شرکاء کو یہ نکات ذہن نشین ہو جائیں۔ بعد نماز عشاء بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی وڈیو پر ریکارڈ تقریر ''عظمت قرآن'' بذریعہ پروجیکٹر پیش کی گئی۔ کھانے کے آداب کے مختصر تذکرے کے بعد رفقاء و احباب کو طعام گاہ لے جایا گیا۔ عشائیے سے فراغت کے بعد تقریباً پون گھنٹے کا وقفہ کیا گیا، وقفہ کے بعد سونے کے آداب بیان کیے گئے اور سونے کا وقفہ کر دیا گیا۔ رات کے آخری پہر تمام حضرات کو نمازِ تہجد کے لیے بیدار کیا گیا۔ نمازِ تہجد کی ادائیگی کے بعد تلاوت کا موقع فراہم کیا گیا۔ پھر نماز فجر کے بعد جامعہ اشرفیہ کے استاد الحدیث مولانا یوسف خان نے ''غصے'' کے موضوع پر گفتگو فرمائی۔ بعد ازاں سوال و جواب کی مختصر نشست کا اہتمام بھی کیا گیا۔ اشراق کے وقفے کے بعد آصف علی نے ''اجتماعیت میں معذرت کی اہمیت اور اس کا طریق کار'' پر مذاکرہ کروایا، جس یہ شرکاء نے بہت پسند کیا۔ ناشتے کے ساتھ ہی یہ پروگرام اختتام پذیر ہو گیا۔

(رپورٹ: ثاقب الطاف)

living in an anonymous camp. She implores: "Can the gloomy atmosphere generated by the Taliban and the government in Swat be reversed?" Indeed, this question is on the lips of parents and children who have become the fuel for this blazing conflagration.

Children who have lost their parents need support and sustenance. Are the two warring parties ready to assist these helpless children? No, it is inconceivable that these unfortunate children will ever receive any help from either the Taliban or the government. If they ever cared, why would they have started this senseless and aimless war?

Have we ever troubled ourselves to think about the lives of these people? Most of their schools have been blown up and the children have no place to turn to for an education. Religion urges the acquisition of knowledge by every Muslim man and woman. If this is the case then why are those who perceive themselves as true believers blowing up beacons of enlightenment?

Why don't officials care about education? Why are innocent children being sacrificed in a war which is aimless and endless? These are questions on the lips of thousands of children and helpless parents who have been forced to leave their homeland, Swat, with tearful eyes and proceed towards an uncertain future. (Courtesy: DAWN)

سانحۂ کربلا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت وعظمت کی صحیح تصویر

اور

شہیدِ مظلوم رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب اور آپ کی مظلومانہ

شہادت کے بیان پر جامع تالیف

- یہود نے عہد صدیقیؓ میں جس سازش کا بیج بویا تھا آتش پرستانِ فارس کے جوشِ انتقام نے اسے تناور درخت بنا دیا تھا۔
- وہ آج بھی قاتلِ خلیفۂ ثانیؓ ابولولو فیروز مجوسی کی قبر کو متبرک سمجھتے ہیں۔
- علی مرتضیٰؓ کی طرح حضرت حسینؓ بھی قاتلینِ عثمانؓ کی سازش کا شکار ہوئے۔
- سید الشہداء کون ہیں اور شہیدِ مظلوم کون؟ تاریخی حقائق کو سمجھنے کے لئے

بانیٔ تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد

کی دو جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی کتابوں

کا مطالعہ کیجئے

دونوں کتابوں کے سیٹ کی مجموعی قیمت اشاعت خاص:50 روپے (علاوہ ڈاک خرچ)

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 5869501-3 email:maktaba@tanzeem.org

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ 21 دسمبر 08ء بروز اتوار نمازِ عصر تا 27 دسمبر 08ء بروز ہفتہ نمازِ ظہر تک

مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو میں ہفت روزہ

مبتدی تربیت گاہ

کا آغاز ہو رہا ہے' زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں' موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت

رابطہ: 042-6316638-6366638، 0333-4311226

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

By Adil Zareef

A World without hope

It has been more than a year since the military operation began in the idyllic valley of Swat. But the promised peace is nowhere in sight. As the biting cold envelopes the vales and hills of Pakhtunkhwa, the bitter reality of an endless conflict continues to stalk each living being in the blood-soaked land.

While the Taliban overrun one region after another — Bajaur, Mohmand, Orakzai, Darra, Shabqadar, Khyber Agency, even the suburbs of Peshawar — a perpetual state of denial has descended on officialdom and political circles in the province.

A guessing game is going on about the extent of the terrorism; its domestic and external support revolves around the media with no clear answers.

Travelling across Hayatabad on Khyber Road, the famous Katcha Garhi camp once inhabited by displaced Afghans has again become a refugee camp, this time for the fleeing hordes from conflict zones, mostly Bajaur. Approximately 300,000 or more have been displaced and as winter sets in, more are pouring into the chaotic streets and dusty lanes of Peshawar which with its barricades, fortress-like walls and security check posts resembles a city at war within.

This paper regularly prints heart-rending stories and photos depicting the miserable conditions of the internally displaced — lovely children and their families suffering the consequences of the conflict brought on by the so-called Taliban as well as the perpetrators of state violence whose excesses are reaped by helpless, innocent civilians.

Some headlines reveal the horrors of the conflict: 'Celebrating Eid away from home' is the tale of a student away from his family during the festive occasion while 'Displaced students forced to take odd jobs' cites young vendors as saying that they earn Rs100 a day but that the police harass them. In 'Longing for hometown', the children are fed up with their life in relief camps. It quotes five-year-old Fatima playing with an empty bottle, a box and plastic spoons as saying, "I have left behind my dolls. Now I have nothing to play with. I don't like it here." Her playmates too are fed up. The nights here are cold and the days boring. "Maybe our houses have been destroyed but I have kept my dolls safe in a secret place. So I want to return home," says Fatima.

'Katcha Garhi camp: Where life stands in a cul-de-sac' reveals the dilemma of Razia, an anaemic mother of two, who is expect ing another child: " I don't know if I will die or survive," she says, "I heard a few days ago a woman in labour was turned down by a hospital and she gave birth in a tent." The report also focuses on five other pregnant women in nearby tents who have to sleep on bare floors while winter approaches. Having had to walk for days on hilly terrain, many complain of weakness. Some have had to have abortions. Life is living hell for them as they complain of lack of food. They huddle together at night and talk about returning home.

Meanwhile, on the occasion of Universal Children's Day, Dr Abdul Hamid, president of the Pakistan Paediatric Association reveals that some 7,000 children at the camp need better food, shelter and sanitation. "We must strive to safeguard the present and future of the 300,000 IDPs of Bajaur.... Acts of terrorism could find a place in the children's minds if they are not halted," he says. "The people must come to the rescue of these children who are prone to chest diseases in winter." We get to know from a translated letter that Sidra, a bright eighth-grade student from a remote area of Swat, and whose school was burnt down, is now just another internal refugee